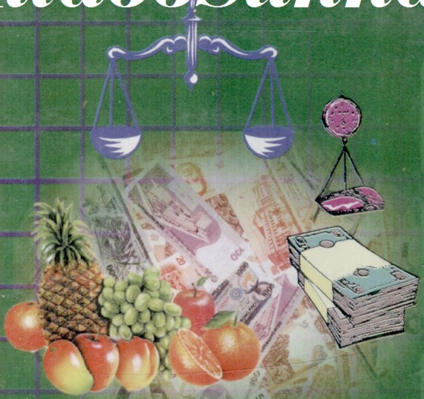
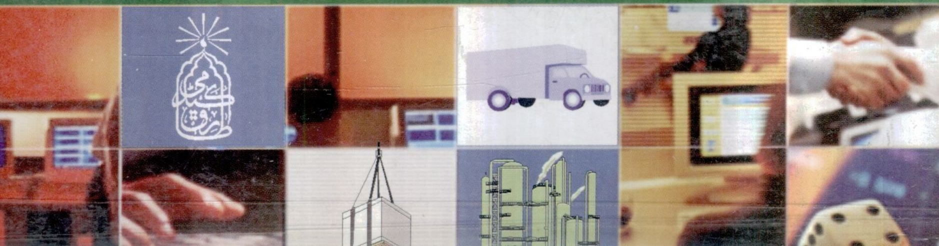
کامیاب تجارت

کے سنہری اصول



ترتیب
محمد سرور طارق

مقدمہ/نظر ثانی
محمد خالد سیف



آپ ﷺ نے فرمایا: ''عبادت کے ستر درجے ہیں اور ان میں سے افضل ترین درجہ کسبِ حلال ہے۔'' (دیلمی: 3/107)

کامیاب تجارت
کے سنہری اصول

ترتیب

محمد سرور طارق

مقدمہ/نظرثانی

محمد خالد سیف

طارق اکیڈمی

ڈی گراؤنڈ، فیصل آباد۔ فون: 041-8546964-8715768

- کتاب .... کامیاب تجارت کے سنہری اصول
- ترتیب .... محمد سرور طارق
- مقدمہ/نظر ثانی .... محمد خالد سیف
- اشاعت .... جنوری 2006ء

ناشر

TARIQ ACADEMY
D/Ground (samosa chok)
Faisalabad, PAKISTAN.
☎ 0092 41 8546964, 8715768
Fax:0092 41 8733350
E.mail: ilmoagahi74@yahoo.com

ڈسٹری بیوٹر

دارالسلام
پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

- 36 لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور
فون 7240024-7232400
- غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون 7120054 فیکس 7320703

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہماری تجارت

اسلام نے جہاں زندگی کے ہر شعبہ کا رنگ ڈھنگ بدل دیا...... وہاں تجارت کی دنیا بھی بدل دی۔ مسلمان تاجر جب تجارت کی غرض سے مختلف ملکوں میں گئے...... ان کا معیار اور کھرا انداز تجارت لوگوں کی قسمت بدلنے میں معاون ثابت ہوا...... اسلام نے تجارت میں وہ معیار دیا، جس میں ملاوٹ، جھوٹ، ناپ تول میں کمی، سامان تجارت کا نقص چھپانا جیسے گھٹیا فن کی کوئی گنجائش نہ رکھی...... غیر مسلم سامان تجارت لینے آتے لیکن سچے مسلمان تاجروں کے خالص ایماندارانہ سلوک کی بدولت ایمان کی دولت بھی گھروں میں لے جاتے...... افسوس صد افسوس کہ...... بقول حالیؒ

شریعت کے ہم نے جو پیمان توڑے
وہ لے جا کے اہل مغرب نے جوڑے

بد قسمتی سے تمام اسلامی ممالک تجارتی نقطۂ نظر سے اسلام کے سنہری اصولوں سے خالی ہیں...... دنیا بھر کے مسلمان ممالک میں کوئی مسلمان کمپنی ایسی نہیں جس کی مصنوعات عالمی منڈی میں کسی گنتی میں شمار ہوں۔ کوئی بھی اسلامی ملک ایسا نہیں جس کی مصنوعات دنیا میں پسند کی جاتی ہوں......

وطن عزیز سے دنیا بھر میں سوتی کپڑا اور گارمنٹس ایکسپورٹ کیا جاتا ہے...... لیکن بد قسمتی کا یہ عالم ہے کہ "میڈان پاکستان" کی بجائے غیر ممالک کے لیبل لگا کر کاروبار کیا جاتا ہے...... بلکہ ہم صرف خریدار بن کر عیاشی کرتے ہیں...... دنیا میں میڈان U.K, U.S.A، جرمن، فرانس، چائنا حتیٰ کہ میڈان انڈیا تک فخر سے مارکیٹوں میں دستیاب ہے...... غیر ملکی اور یہودی کمپنیوں کی ٹافیوں اور کولڈ ڈرنکس سے لے کر دفاعی اسلحہ اور میڈیسن تک سے ہماری مارکیٹیں اور بازار بھرے ہوئے ہیں...... اس سے بھی دو قدم آگے جائے نماز، اذان کلاک اور تسبیح تک جاپان کی پسند کی جاتی ہے......

ع شرم تم کو مگر نہیں آتی

یہ سب کچھ لالچ، طمع، دنیا کی ہوس اور خودغرضی کے سبب کیا جاتا ہے...... دنیا کے لالچ میں جھوٹ، فریب، ملاوٹ، ناپ تول میں کمی بلکہ جعل سازی کے ایسے ایسے حربے استعمال کئے جاتے ہیں کہ عقل حیران وسرگرداں رہ جاتی ہے کہ ہوسِ زر نے ہمیں کیا سے کیا بنا دیا ہے......

بچوں کے دودھ سے لے کر جان بچانے والی ادویات تک میں ملاوٹ ہی نہیں، مضرِ صحت اور جان کے دشمن زہریلے میٹریل کا استعمال عام زندگی کا حصہ بن چکا ہے۔ جس طرح باقی زندگی کا ہر شعبہ عزت وآبرو اور سکون سے خالی ہے، اسی طرح ہمارا نظام تجارت بھی پستی کی آخری حدوں کو چھو رہا ہے...... رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے تجارت کے سنہری اصول رزق میں فراوانی اور برکت کے ضامن ہی نہیں ترقی وکامیابی کے بھی بڑے قیمتی راز ہیں۔ اسی فراموش کردہ ہدایت کی روشنی کو عام کرنے کیلئے یہ کتاب شائع کی جارہی ہے۔ اس کتاب کی ترتیب واشاعت کا باعث محترم بھائی رفیق ابراہیم صاحب ہیں، جنہوں نے دو سال پیشتر اس خواہش کا اظہار کیا کہ کاروباری اور تجارتی لوگوں کے لئے اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں ایک ہدایت نامہ تیار کیا جائے تاکہ لوگ تجارتی دنیا میں پائی جانے والی غلاظتوں اور خباثتوں سے بچ کر اچھی دنیا اور اچھی آخرت تعمیر کرسکیں۔ اگر مسلمان بھائی صدقِ دل سے صرف ایک فرمانِ رسول ﷺ ''جو رزق تیرے مقدر میں لکھ دیا گیا وہ ہر صورت مل کر ہی رہے گا۔'' (مسند احمد) کو ہی ذہن نشین کرلیں تو ہماری کاروباری زندگی بہت بہتر ہوسکتی ہے......

اللہ تعالیٰ ہمیں اس یقین کی دولت سے نوازے جس کی روشنی میں غلط اور صحیح کو پہچان سکیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کوشش کو تمام معاونین کے لئے باعثِ اجر وثواب بنائے۔

خاکسار

محمد سرور طارق

ذی الحجہ، جنوری 2006ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

اللہ رب ذوالجلال والاکرام نے اپنے بندوں کے لئے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ تجارت کتاب وسنت اور اجماع امت کی روشنی میں حلال ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (البقرہ: 275)

''سودے کو اللہ نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔''

اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

﴿اَفْضَلُ الْكَسْبِ عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهٖ وَكُلُّ بَيْعٍ مَبْرُوْرٍ﴾

''افضل کمائی آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور ہر مبرور بیع ہے۔''

مبرور بیع اس تجارت کو کہتے ہیں جو دھوکے اور خیانت سے پاک ہو، کاروبار اور تجارت کرنے والے لوگ عموماً صبح سویرے اپنے کام کاج میں مشغول ہو جاتے ہیں لیکن یہ بات شائد کم لوگوں کو معلوم ہو کہ صبح کے اوقات میں برکت کیلئے آنحضرت ﷺ نے دعا فرمائی ہے۔ امام ترمذیؒ نے حضرت صخر غامدیؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے دعا فرمائی: ﴿اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِاُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِهَا﴾

''اے اللہ! میری امت کیلئے دن کے ابتدائی اوقات میں برکت عطا فرمادے۔''

راوی کا بیان ہے کہ اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ جب کوئی سریہ یا لشکر روانہ فرماتے، تو وہ دن کے ابتدائی حصے میں روانہ فرمایا کرتے تھے۔ صخر خود بھی تاجر تھے اور وہ صبح سویرے اپنا کام شروع کردیا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی تجارت میں برکت عطا فرمائی اور انہیں بہت سے مال و دولت سے نوازا۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو بہت پسند فرماتے ہیں کہ وہ اپنے بندے کو رزق حلال کے حصول کے لئے سرگرم عمل دیکھیں۔ (طبرانی و دیلمی)

رزق حلال کے لئے سعی و جستجو صرف افضل اور پسندیدہ عمل ہی نہیں بلکہ واجب ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

طَلَبُ الْحَلَالِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ

''رزق حلال کی تلاش ہر مسلمان کے لئے واجب ہے''

اس حدیث کو امام طبرانیؒ نے روایت کیا اور علامہ منذریؒ نے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

تجارت جو ایک افضل بلکہ واجب اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک نہایت پسندیدہ عمل ہے۔افسوس کہ بہت سے مسلمان اس سے متعلق شریعت کے احکام و مسائل سے ناواقف ہیں، حالانکہ ہر مسلمان کے لئے عموماً اور عملی طور پر تجارت کرنے والے کے لئے خصوصاً یہ واجب ہے کہ اسے یہ معلوم ہو کہ کاروبار کی کون سی صورت صحیح اور کون سی غلط ہے، سلف صالحین اس معاملے اس حد تک محتاط تھے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بعض تاجروں کو سزا دیتے اور فرماتے کہ ہمارے بازار میں صرف اسی شخص کو کاروبار کرنا چاہیے جو شریعت کے احکام و مسائل سے واقف ہوتا کہ وہ دانستہ یا نادانستہ سود میں ملوث نہ ہو جائے۔

افسوس صد افسوس آج مسلمانوں کی اکثریت نے معاملات سے متعلق اسلامی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا ہے اور وہ حلال و حرام میں قطعاً تمیز نہیں کرتے، ان کے سر پر صرف ایک ہی دھن سوار ہوتی ہے ان کا کاروبار زیادہ سے زیادہ چمکے اور وہ نفع زیادہ سے زیادہ حاصل کریں۔حالانکہ یہ ایک کبیرہ گناہ ہے کیونکہ ہر مسلمان تاجر کے لئے واجب ہے کہ وہ حلال و حرام میں تمیز کرے اور صرف حرام ہی سے اجتناب نہ کرے بلکہ مشتبہ اور مشکوک سے بھی احتیاط کرے جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ، وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا، أُمُورٌ مُشْتَبِهَاتٌ، لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى

الشُّبُهَاتِ فَقَدِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهِ وَعِرْضِهِ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ، كَالرَّاعِيْ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يَرْتَعَ فِيْهِ، اَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، اَلَا وَإِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهُ، اَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ۔

''بے شک حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح اور ان کے درمیان کچھ امور مشتبہ ہیں، جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے، جو شخص مشتبہ امور سے بچ جائے، اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ کر لیا اور جو مشتبہ امور میں واقع ہو گیا تو وہ حرام میں واقع ہو جائے گا جیسے کہ وہ چرواہا جو چراگاہ کے اردگرد چراتا ہو تو خطرہ ہے کہ وہ چراگاہ میں چرانے لگے، سن رکھو! کہ ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے اور اس بات سے بھی آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ کی چراگاہ وہ امور ہیں جن کو اس نے حرام قرار دیا ہے، سن لو کہ جسم میں ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ سن لو کہ وہ ٹکڑا دل ہے۔''

یہ حدیث پاک اس قدر اہمیت کی حامل ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ کے بقول یہ ان تین احادیث مبارکہ میں سے ایک ہے، جن میں دین اسلام کے تمام اصول بیان کر دیئے گئے ہیں اور باقی دو احادیث میں سے ایک تو حدیث عمرؓ: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے) اور دوسری حضرت عائشہؓ سے مروی یہ حدیث ہے کہ: ﴿مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ﴾ ''جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کرے، جو اس میں سے نہ ہو تو وہ مردود ہے۔''

اس حدیث مبارک میں مثال کے ذریعہ یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ جس طرح چراگاہ

کے گردوپیش چرانے والے کیلئے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے جانوروں کو چرانے کیلئے چراگاہ کے اندر ہی نہ لے جائے، اسی طرح مشتبہ امور سے پرہیز نہ کرنے والے کیلئے بھی یہ خطرہ ہوتا ہے کہ وہ حرام کا ارتکاب نہ کرنے لگے اور سنن ترمذی وابن ماجہ میں حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت تک کوئی شخص متقین کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا، جب تک بعض ایسے امور کو بھی ترک نہ کرے جن میں کوئی حرج نہیں تا کہ ایسے امور میں مبتلا نہ ہو جائے جن میں حرج ہے۔ بہرحال ایک مردمومن کا طرزِ عمل اس طرح ہونا چاہیے جیسا کہ امام حسن بصریؒ اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں کسی بھی چیز کے دیکھنے، زبان سے کوئی بھی لفظ بولنے، ہاتھ سے کوئی بھی چیز پکڑنے اور کسی طرف کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے یہ دیکھ لیتا ہوں کہ میرا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی اطاعت کیلئے ہے یا اس کی نافرمانی کیلئے، اگر اطاعت کیلئے ہو تو میں وہ عمل کر لیتا ہوں اور اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کیلئے ہو تو میں اس سے باز آجاتا ہوں۔ (شرح خمسین، ابن رجب، ص ٧٦)

کاروبار اور تجارت کی آئے دن نئی نئی صورتیں سامنے آتی رہتی ہیں، ایک مسلمان تاجر کا فرض ہے کہ وہ کاروبار کی کسی بھی صورت کو اختیار کرنے سے قبل یہ اطمینان کر لے کہ یہ صورت میرے رب تعالیٰ کے حکم کے خلاف تو نہیں ہے اور اس کے ساتھ ساتھ صدقہ و خیرات بھی کثرت کے ساتھ کرتا رہے تا کہ فرمانِ نبوی کے مطابق اگر کہیں کذب و غلط بیانی کا ارتکاب ہو گیا ہو تو اس کا کفارہ ادا ہو سکے۔ اپنے مسلمان تاجر بھائیوں کی ہمدردی و خیر خواہی کے پیش نظر طارق اکیڈمی کی طرف سے ''کامیاب تجارت کے سنہری اصول'' کے نام سے قارئین کی خدمت میں یہ کتاب پیش کی جارہی ہے تا کہ وہ شریعت کے احکام و مسائل کی روشنی میں رزق حلال کا اہتمام کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے مال و اولاد میں بہت برکت عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

محمد خالد سیف

رمضان المبارک 2005

تجارت......ایک ذمہ داری

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِاَصْحَابِ الْكَيْلِ وَالْمِيْزَانِ اِنَّكُمْ قَدْ وُلِّيْتُمْ اَمْرَيْنِ هَلَكَتْ فِيْهِمَا الْاُمَمُ السَّابِقَةُ قَبْلَكُمْ-(ترمذی)

ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: نبی ﷺ نے ناپ تول کرنے والوں کے لئے فرمایا: ''تم لوگ دو ایسے کاموں کے ذمہ دار بنائے گئے ہو جن کی وجہ سے تم سے پہلے گزری ہوئی امتیں ہلاک ہوئیں۔''

تجارت بہت پاکیزہ لیکن ایک ذمہ دارانہ اور نازک پیشہ ہے۔ جو تاجر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتلائے ہوئے اصولوں کے مطابق اپنا کاروبار اور تجارت کرتے ہیں، دنیا میں اُن کا مقام بہت اعلیٰ ہے اور آخرت میں وہ صدیقین اور شہداء کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔

لیکن جو لوگ دنیاوی فائدے کے لئے ناپ تول میں کمی کرتے ہیں، ان کو تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ انہی دو کاموں کی وجہ سے کئی امتیں ہلاکت کا شکار ہوئیں، لہٰذا ناپ اور تول میں کمی معمولی کوتاہی نہیں۔

ہر وہ شخص جس کی روزی ناپ تول کے ساتھ وابستہ کر دی گئی ہے، ہر لمحہ اللہ سے ڈرتا رہے اور اپنا احتساب کرتا رہے کہ کہیں غلطی تو نہیں ہو گئی؟

بدقسمتی سے ہماری تجارت ایمانداری، پورا تولنا، پورا ناپنا، وعدہ پورا کرنا جیسی پاکیزہ صفات سے بہت حد تک محروم ہے۔ ایک بڑا نفسیاتی مسئلہ یہ ہے کہ ہم پورے معاشرے کی غلطیوں کا ذکر کرتے رہتے ہیں لیکن اپنے آپ کو بدلنے کی کوشش نہیں کرتے۔ حالانکہ اللہ کے ہاں ہم اپنے جواب دہ ہیں دوسروں کے نہیں۔

مقروض اور مفلس کو مہلت دینے کا اجر

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یُّنْجِیَہُ اللّٰہُ مِنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ فَلْیُنَفِّسْ عَنْ مُّعْسِرٍ اَوْیَضَعْ عَنْہُ ﴾(مسلم)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن کی سخت مصیبتوں سے بچائے ،تو اسے چاہیے کہ (تنگدست قرض دار) کو مہلت دے یا بوجھ اس پر سے اتار دے''۔

ہر مسلمان کی یہ دلی خواہش ہے کہ قیامت کے دن کی ہولناکیوں اور سختیوں سے اللہ کریم اسے محفوظ فرما دے......ایسے خواہشمند کے لئے حدیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا کہ تنگدست قرض دار کو مہلت دو یا اس سے بھی بڑھ کر اللہ کی رضا کے لئے اسے قرض معاف ہی کر دو۔

اس حدیث مبارکہ میں ایثار وقربانی کی کتنی عمدہ تعلیم ہے۔

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہربان ہو گا عرشِ بریں پر

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ مقروض جب تک قرض واپس نہیں کر دیتا صاحب مال کو اس کا اجر ملتا رہتا ہے۔

قرض ادا کرنے میں نیت کا اثر:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ﴿مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ یُرِیْدُ اَدَاءَ ھَا اَدَّی اللّٰہُ عَنْہُ وَمَنْ اَخَذَ یُرِیْدُ

اِتْلَافَهَا اَتْلَفَهُ اللّٰهُ عَنْهُ﴾ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص ادا کرنے کی نیت سے قرض لیتا ہے، اللہ اُس کی طرف سے (قرض ادا کرنے کے اسباب پیدا) کردیتا ہے اور جو شخص واپس نہ کرنے کے ارادہ سے قرض لیتا ہے، اللہ اس کی بربادی کردیتا ہے۔''

حسنِ نیت انسانی اعمال کے انجام بخیر ہونے کی بنیاد ہے۔ عام زندگی میں بھی یہی دیکھنے اور سننے میں آیا ہے کہ ''جیسی نیت ویسی مراد'' جو شخص اپنے کسی بھائی سے مدد یا قرض حسنہ لے تو اسے چاہیے کہ خوب سوچ بچار کے بعد خالص نیت سے واپسی کا وعدہ کرے...... پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کی بھرپور رحمت کا یقین دلایا ہے کہ اللہ اپنی رحمتوں سے اس کے لئے قرض ادا کرنے کی سبیل پیدا فرما کر اسے سرخرو کردے گا۔

لیکن جو اپنی ضرورت پوری کرتے وقت واپسی کی نیت ہی نہیں رکھتا اس کی کھوٹ اور نیت کا خلل اس کے لئے بربادی اور شرمندگی کا باعث بنے گا افسوس کہ آج ہمارا معاشرہ ایسی ہی بدنیتیوں کی وجہ سے برباد ہوتا چلا جارہا ہے۔ تمام بھائی مل کر کوشش کریں کہ اپنی اور دوسروں کی اصلاح کر کے اپنی زندگی اور معاشرہ کو بہتر بنائیں۔

اگر قرض ادا کرنے کی نیت نہ ہو؟

اگر ایک شخص کی قرض ادا کرنے کی نیت نہ ہو اور وہ ایسے ہی فوت ہو جائے، اس کا کیا حشر ہوگا؟ اس کو کیا سزا ملے گی؟ اس کے بارے میں یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

محمد بن جحش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف دیکھا پھر اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھا جیسے کوئی بڑی

پریشانی ہوتی ہے، پھر فرمایا: ''سُبْحَانَ اللّٰہِ مَاذَا اُنْزِلَ مِنَ التَّشْدِیْدِ'' اللہ پاک ہے کتنی سختی اتری ہے۔ ہم خاموش ہوگئے اور پریشان ہوگئے۔ اس دن ہم نے کچھ نہیں پوچھا۔ حضرت محمد بن جحش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر ہم نے دوسرے دن پوچھا کہ آپ ﷺ نے پریشانی اور تشدید کے بارے میں تذکرہ فرمایا تھا، وہ کیا تھا، فرمایا:

وَالَّذِیْنَ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ اَنَّ رَجُلًا قُتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ اُحْیِیَ ثُمَّ قُتِلَ ثُمَّ اُحْیِیَ ثُمَّ قُتِلَ وَعَلَیْہِ دَیْنٌ مَادَخَلَ الْجَنَّۃَ حَتّٰی یُقْضٰی عَنْہُ دَیْنُہٗ۔ (نسائی)

فرمایا کہ مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر ایک شخص اللہ کے راستے میں قتل ہو جائے پھر زندہ ہو جائے، پھر دوبارہ قتل ہو جائے اور پھر زندہ کیا جائے اور پھر قتل کیا جائے اور اس پر قرض ہو۔ ''مادخل الجنۃ'' (جنت میں داخل نہیں ہوگا) یعنی اگر وہ تین بار بھی اللہ کے راستے میں شہید ہو جائے، اللہ کے راستے میں قربان ہو جائے اور اس کے ذمے قرض ہو اور اس کی قرض چکانے کی نیت بھی نہ ہو تو وہ جنت میں نہیں جائے گا، جب تک اس کی طرف سے اسے ادا نہ کر دیا جائے۔''

قرض سے پناہ مانگنا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں یہ دعاء مانگا کرتے تھے:

''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ''

''اے اللہ میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں''

کسی نے پوچھا۔ یا رسول اللہ ﷺ! کیا وجہ ہے کہ آپ قرض سے بہت پناہ مانگا کرتے ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا آدمی جب مقروض ہوتا ہے تو بات کہتا

ہے تو جھوٹ اور وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب فی الاستقراض، باب من استعاذ من الدین، حدیث: ۲۳۹۷)

معاشی بد حالی اور ابتر کاروباری حالات کی وجہ سے بے شمار لوگ پریشان اور لین دین کے معاملات میں جکڑے ہوئے ہیں، ادائیگی قرض کی کوئی سبیل نہیں، سچ تو یہ ہے کہ ملک عزیز قرض کی لعنت کی لپیٹ میں ہے۔ ان حالات میں مذکورہ دعا پڑھیں۔ ان شاء اللہ پہاڑ کے برابر بھی قرض ہو تو اس سے نجات مل جائے گی۔

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام نے عرض کیا: میں اپنے آقا کو رقم ادا کر کے جلدی آزادی چاہتا ہوں، آپ میری امداد فرمائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تجھے وہ کلمے سکھا دیتا ہوں، جو مجھے رسول اللہ ﷺ نے سکھائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا، اللہ تعالیٰ ادا فرما دے گا۔ وہ کلماتِ طیبات یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ (ترمذی)

''اے اللہ! حاجتیں پوری کر میری حلال روزی سے اور بچا حرام سے، اور بے پرواہ کر دے مجھ کو اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سے۔''

نادہندگی قابل تعزیر جرم ہے:

آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَیُّ الْوَاجِدِ یُحِلُّ عِرْضَهٗ وَ عُقُوْبَتَهٗ قَالَ سُفْیَانُ: عِرْضُهٗ یَقُوْلُ: مَطَلْتَنِیْ، وَعُقُوْبَتُهٗ: اَلْحَبْسُ﴾ (بخاری)

''ادا کر سکنے والے کی نادہندگی اس کی بے عزتی اور سزا کو جائز کر

دیتی ہے۔ سفیان نے کہا۔ بے عزتی یہ ہے کہ اسے برا بھلا کہا جائے اور سزا یہ ہے کہ اسے قید کر دیا جائے۔"

ایک دفعہ آپ ﷺ نے کسی یہودی سے ادھار لیا۔ یہودی وعدہ سے پہلے ہی مسجد نبویؐ میں آ کر تقاضا کرنے اور سخت سست کہنے لگا۔ صحابہ کرامؓ نے پہلے تو برداشت کیا لیکن بعد میں پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ صحابہ نے اس پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا:

دَعُوْهُ فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا۔ (بخاری:۲٤۰۱)

"اسے چھوڑ دو، صاحب حق ایسی باتیں کر سکتا ہے"

بخاری کی روایت میں یہ واقعہ اتنا ہی مذکور ہے۔ جب کہ بعض دوسری کتب روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ جب تک تم خاموش رہے، تو فرشتے اس یہودی کو جواب دیتے رہے۔ جب تم نے جواب دینا شروع کیا، تو فرشتے رخصت ہو گئے۔ اب تم لوگوں نے اس قرض خواہ کی بے عزتی کی ہے، اس کا بدلہ یہ ہے کہ ابھی اس کا قرض چکا دو اور ایک دو صاع زیادہ بھی دو۔

وہ یہودی دراصل اپنا قرضہ لینے نہیں آیا تھا، بلکہ آپ ﷺ کا امتحان لینے آیا تھا کہ کیا اسی نبی ﷺ کے جو اوصاف تورات میں مذکور ہیں، وہ ان میں پائے بھی جاتے ہیں یا نہیں؟ جب اس نے آپ ﷺ کی یہ باتیں سنیں تو مسلمان ہو گیا۔

بدقسمتی سے ہمارا معاشرہ خرابیوں کا مجموعہ ہے، مل اونرز، کروڑ پتی، ارب پتی افراد اور پارٹیاں ایک دوسرے کا سرمایہ ہڑپ کر جاتی ہیں اور ناجائز رقم سے کئی کئی حج اور عمرے ادا کیے جاتے ہیں، مدرسے اور مسجدیں آباد کی جاتی ہیں۔ یہ

ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول:

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ فَاِذَا اُتْبِعَ اَحَدُکُمْ عَلٰی مَلِیْءٍ فَلْیَتْبَعْ (بخاری مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صاحب توفیق کا (ادا کرنے میں) تاخیر کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کوئی شخص صاحب توفیق کے حوالہ کیا جائے تو اس غنی کو چاہیے کہ قبول کرے۔''

اسلام نے جس خوبصورت معاشرے کی تشکیل پر زور دیا ہے، اس میں انسانی کردار کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

اسلام کی تعلیمات قطعاً اجازت نہیں دیتیں کہ انسان اپنے عمل سے منافقت کا اظہار کرے۔ اس کے حالات اچھے ہوں...... لیکن وہ کسی کا حق مارتے ہوئے اس کی امانت یا اس کا قرض لوٹانے میں تاخیر کے بہانے ڈھونڈے۔ بدقسمتی سے آج ہمارا تاجر طبقہ اس گندے کردار میں بری طرح گرفتار ہے۔

ایک سرکاری ملازم کا بیان ہے، جس نے اپنی کچھ جمع پونجی منڈی میں لگا رکھی تھی کہ...... جو پارٹی ایک دن کا وعدہ کر کے پانچ یا سات دن بعد آپ کی رقم ادا کر دیتی ہے، وہ انتہائی ایماندار تصور کی جاتی ہے۔

مزدور کی مزدوری

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

﴿اُعْطُوا الْاَجِیْرَ اَجْرَہٗ قَبْلَ اَنْ یَجِفَّ عَرَقُہٗ﴾ (ابن ماجہ)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری دے دو۔''

عام مفہوم میں مزدور کا لفظ اس شخص کے لئے بولا جاتا ہے، جو روزانہ محنت کر کے اپنا اور اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پالتا ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے رحمت بھرے انداز میں حکم دیا کہ اس کی مزدوری کسی دوسرے دن پر نہ ٹال دی جائے بلکہ فوراً ادا کر دی جائے تاکہ کہیں وہ بھوک اور فاقہ کشی سے دوچار نہ ہو جائے۔

افسوس ہمارے اس مسلمان معاشرے میں بھی ایسے سنگ دل لوگ پائے جاتے ہیں، جن کے نزدیک مزدوروں کا حق مارنا، دبا کر رکھنا، کاروباری گر اور کامیابی کا راز سمجھا جاتا ہے...... اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی نافرمانی اور ناراضی کے کاموں سے محفوظ رکھے۔ آمین

خاص طور پر ٹھیکیدار حضرات...... جو بڑے بڑے کنٹریکٹ (Contrect) لیتے ہیں...... ان کے ہاں عام بیماری ہے کہ مزدور کو کل کے وعدے پر ٹالتے ٹالتے اس کی مزدوری ادا کرنے سے ہی انکار کر دیتے ہیں۔ دنیا کی چند روزہ زندگی کے لئے غریبوں اور مزدوروں کا حق مارنے والے کو یوم حساب کی شرمندگی اور رسوائی سے ڈرنا چاہئے۔ ماہانہ تنخواہ مقررہ تاریخ کو ادا کر دینے سے بھی حدیث پر عمل ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ

کاروبار میں برائی کا بدلہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ ﴿اَدِّ الْاَمَانَةَ اِلٰی مَنِ ائْتَمَنَكَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ﴾ (ترمذی، ابوداؤد، دارمی)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص نے اپنی امانت تمہارے پاس رکھی، اس کی امانت واپس کر دو اور جو تم سے خیانت کرے تو تم اس کے ساتھ خیانت کا معاملہ نہ کرو''

کتنی پاکیزہ تعلیم ہے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اگر کوئی خیانت، دھوکہ یا چال بازی سے تمہیں نقصان پہنچائے، تو تم اس کے ساتھ خیانت نہ کرو، بلکہ اپنا حق احسن اور جائز طریقے سے حاصل کرنے کی کوشش کرو...... وگرنہ معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو، جو جیسا کرے گا، ویسا بھرے گا۔

معاشرہ میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں، جنہیں سنتے اور دیکھتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ ''برائی کا انجام برا''...... اور پھر دھوکہ اور فریب سے کسی کا مال کھانا، کسی کو نقصان پہنچانا نہایت قبیح جرم ہے۔ بلکہ احسان فراموشی کی گھٹیا مثال ہے۔ انسان کسی سے دھوکہ اسی وقت کھاتا ہے، جب وہ اس پر اعتماد اور بھروسہ کرتا ہے اور جو آپ پر اعتماد کرتا ہے، اسے دھوکہ دینا کس قدر بری بات ہے۔ ہمیں اپنے معاشرہ میں دھوکہ اور چالاکی کی بجائے امانت و دیانت اعتماد اور بھروسہ کی فضا قائم کرنی چاہیے۔

سود...... اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ ہے

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ ﴿لَعَنَ اٰکِلَ الرِّبَا، وَمُوْکِلَهٗ، وَشَاهِدَیْهِ، وَکَاتِبَهٗ﴾ (بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''حضور ﷺ نے لعنت بھیجی سود کھانے والے پر، سود کھلانے والے پر، اس کے دونوں گواہوں پر اور اس کے معاملات لکھنے والے پر۔''

سود دراصل ایک ایسا ناسور ہے، جو انسانی، اخلاقی اور محبت و حرمت کی تمام قدروں کو پامال کر کے صرف اور صرف ہوس، لالچ اور خود غرضی کی دنیا آباد کرتا ہے..... سود خور کسی انسانی رشتے اور ہمدردی پر یقین نہیں رکھتا۔ اسی لئے پیارے پیغمبر ﷺ نے اس بھیانک گناہ میں کسی بھی طرح ملوث ہونے والے کو خبردار کیا ہے کہ سود لینے، دینے، لکھنے اور گواہ بننے والے سب اللہ تعالیٰ کے غضب اور لعنت کے مستحق ہیں۔

افسوس صد افسوس آج پوری دنیا اس سودی نظام میں جکڑی ہوئی ہے اور نجات کی کوئی راہ دکھائی نہیں دیتی..... ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف جیسے شیطانی ادارے اپنے سودی نظام کو زندہ رکھنے کے لئے دنیا کو اجاڑنے پر تلے ہوئے ہیں۔ کوئی پسماندہ ملک ایسا نہیں، جو ان خونخوار اور ظالم اداروں کے سبب معاشی بد حالی کا شکار نہ ہوا ہو۔

باقی دنیا کی طرح وطن عزیز پاکستان بھی سود کی لعنت میں بری طرح پھنسا ہوا ہے۔ تمام اہلِ وطن کا فرض ہے کہ اپنی اپنی جگہ دعاء کریں اور پوری کوشش کریں

کہ کسی ایسے معاملہ میں شریک نہ ہوں، جس میں سود کا عمل دخل ہو..... قسطوں اور بچت سکیموں میں بھی سود ہی کا عمل دخل ہے، ان سے بچنا بھی اللہ کی رحمت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ لہذا بنک سے کوئی بھی معاملہ کرتے وقت خیال رکھا جائے کہ سود کی لعنت ملوث تو نہیں۔

انسان کا کوئی گناہ ایسا نہیں، جسے کتابِ ھدیٰ، قرآنِ مجید نے اللہ اور رسول ﷺ سے اعلانِ جنگ قرار دیا ہو ماسوائے سود کے..... لیکن غیر ملکی بنکوں اور اداروں کی بھرپور کوشش ہے کہ لوگوں کو پرکشش Status کے سہانے خواب بلکہ فریب دکھا کر اللہ کی نافرمانی پر اکسایا جائے۔

کتنے ہی کاروباری افراد..... نماز بھی پڑھتے ہیں حج اور عمرے بھی کرتے ہیں لیکن بینکوں سے سود کی بنیاد پر قرضے لیتے اور خصوصاً Car Loan کی شکل میں سود جیسی لعنت میں بھی ملوث ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین

❁ ❁ ❁

شراب خانہ خراب......لعنت ہی لعنت

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ ﴿لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فِی الْخَمْرِ عَشْرَۃً عَاصِرَھَا وَمُعْتَصِرَھَا وَشَارِبَھَا وَحَامِلَھَا وَالْمَحْمُوْلَۃَ اِلَیْہِ وَسَاقِیَھَا وَبَائِعَھَا وَاٰکِلَ ثَمَنِھَا وَالْمُشْتَرِیَ لَہٗ وَالْمُشْتَرٰی لَہٗ﴾ (ترمذی ،ابن ماجہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے سلسلہ میں دس لوگوں پر لعنت فرمائی ہے۔(1) اسے نچوڑنے والا (2) نچڑوانے والا (3) پینے والا (4) اٹھانے والا (5) جس کے پاس لے جائی جائے۔ (6) پلانے والا ۔(7) بیچنے والا (8) اس کی قیمت کھانے والا (9) اس کو خریدنے والا۔(10) جس کے لئے خریدی گئی ہو۔

شراب تمام برائیوں کی جڑ ہے۔اس ناسور کی زہر آلودگیوں سے مسلمانوں کو بچانے ہی کے لئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر وضاحت کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے کہ شراب کے بنانے سے استعمال تک کسی بھی مرحلہ میں جو مسلمان اس کام میں کسی بھی صورت حصہ لے گا، وہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور لعنت کا مستحق ہے۔

کس قدر بد نصیبی ہے کہ مملکتِ خداداد پاکستان میں یہ لعنت بغیر کسی مشکل کے دستیاب ہے......اور یہ وبا اس قدر پھیل رہی ہے کہ اپریل 2001 میں لاہور سے جو سب سے زیادہ ڈیوٹی وصول ہوئی وہ شراب کی مد میں تھی۔اللہ پاک ایسے تمام حکام اور لوگوں کو کیفر کردار تک پہنچائے ، جو وطن عزیز کو گندہ اور لوگوں کے ایمان کو خراب کر رہے ہیں۔

اس گندگی کا سارا کاروبار حکام اور سرکردہ لیڈروں کی سرپرستی میں ہو رہا ہے اور یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہارے لیڈر فساق اور بدکار ہوں گے۔

مصور کی روزی

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِي الْحَسَنِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاس رضی اللّٰه عنهما اِذْاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ، يَا ابْنَ عَبَّاسٍ! اِنِّي اِنْسَانٌ اِنَّمَا مَعِيْشَتِي مِنْ صَنْعَةِ يَدِي، وَاِنِّي اَصْنَعُ هٰذِهِ التَّصَاوِيْرَ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللّٰه عنهما لَا اُحَدِّثُكَ اِلَّامَا سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً فَاِنَّ اللّٰهَ مُعَذِّبُهُ حَتّٰى يَنْفُخَ فِيْهَا الرُّوْحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ فِيْهَا اَبَداً فَرَبَا الرَّجُلُ رَبْوَةً شَدِيْدَةً واصْفَرَّ وَجْهُهُ، فَقَالَ: وَيْحَكَ اِنْ اَبَيْتَ اِلَّا اَنْ تَصْنَعَ فَعَلَيْكَ بِهٰذَا الشَّجَرِ، وكُلِّ شَيْءٍ لَيْسَ فِيْهِ رُوْحٌ۔(بخاری:۲۲۲۵)

سعید بن ابوالحسنؒ (تابعی) فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا تھا، اتنے میں ایک آدمی آیا اس نے کہا، ''اے ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ایک ایسا انسان ہوں کہ دستکاری میرا ذریعہ معاش ہے، اور میں تصویریں بناتا ہوں (اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے میرا یہ پیشہ حرام تو نہیں؟)

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ''میں اپنی طرف سے کچھ نہ کہوں گا میں تمہیں حضور اکرم ﷺ سے سنی ہوئی حدیث سناؤں گا۔ میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ''جو شخص تصویر بنائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے عذاب دیتا رہے گا، یہاں تک کہ وہ اس تصویر میں روح پھونک دے اور وہ ہرگز رُوح نہ پھونک سکے گا۔''

یہ سن کر کہ اس آدمی کو شدید سانس چڑھ گیا اور اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے کہا کہ ”اگر تمہیں یہی کام کرنا ہے تو درختوں اور ایسی چیزوں کی تصویریں بنایا کرو جن میں روح نہیں ہوتی۔“

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات بالکل واضح طور پر معلوم ہوئی کہ تصویریں بنانا کبیرہ گناہ ہے لیکن افسوس کہ یہ وبا اتنی عام ہو چکی ہے کہ شاید ہی کوئی گھر ایسا ہو، جہاں تصویروں کی نمائش نہ ہو۔ ایک دوسری حدیث میں ہے:

”جس گھر میں کتا اور تصاویر ہوں اس میں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے۔“ (متفق علیہ)

اللہ پاک ہم مسلمانوں کو ہر اس کام سے بچنے کی توفیق دے، جو اللہ کی ناراضی کا سبب ہے۔

مصوّری (فوٹو گرافی):

مسلمانوں میں بت گری کے بجائے مصوری رواج پا گئی ہے۔ دور جاہلیت کے لوگ اپنے صالحین اور نیک لوگوں کے بت بناتے تھے، جب کہ مسلمان اپنے فرمانرواؤں، ہردلعزیز سیاسی لیڈروں اور قابل تعظیم حضرات کی تصویر کشی کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو بھی ان تصویروں سے وہی عقیدت ہوتی ہے، جو اس دور کے مشرکوں کو اپنے بزرگوں کے مجسموں سے ہوتی تھی۔ مسلمان بھی ان تصویروں کو اپنے گھروں اور دفتروں میں آویزاں کر کے انہیں مزین کرتے ہیں، جس طرح مشرکین اپنے گھروں اور عبادت کدوں میں بت سجاتے تھے۔

عقیدت کی حد یہ ہے کہ اولیاء اللہ اور برگزیدہ لوگوں کی فرضی تصویریں بھی بنا ڈالی گئیں، کہیں آپ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی تصویر دیکھیں گے جو کشتی کے نیچے

ہاتھ دے کر اسے ساحل پر لگا رہے ہیں۔ ان کی مشکل کشائی کو ظاہر کرنے والا یہ کاغذی بت اب دکانوں پر بکتا ہے اور گھروں میں آویزاں کیا جاتا ہے۔ اور کہیں آپ کو ننگ دھڑنگ بزرگ کی تصویر دکھائی دے گی، جو صرف ایک لنگوٹی پہنے جانوروں میں گھرے ہوئے ہیں اور کسی تصویر میں کسی بزرگ کو شیر پر سوار دکھایا جا رہا ہے، پھر ان کے ساتھ ان کے مزاروں کی تصاویر بھی بنی ہوئی ہیں۔

گویا دور جاہلیت کے لوگ، جیسی عقیدت پتھر کے مجسموں سے رکھتے تھے ویسی ہی عقیدت آج کا مسلمان کاغذی بتوں سے رکھتا ہے۔ ہم ہر وقت بے برکتی کا شکار نہ ہوں تو کیوں نہ ہوں؟ اسی مشابہت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصور کو ملعون قرار دیا ہے۔

اس بات کی وضاحت اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ ایک دفعہ ایک آدمی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہنے لگا:

اِنِّیْ اِنْسَانٌ وَاِنَّمَا مَعِیْشَتِیْ مِنْ صَنْعَةِ یَدِیْ وَاِنِّیْ اَصْنَعُ هٰذِهِ التَّصَاوِیْرَ۔

''میں ایسا آدمی ہوں جو اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کھاتا ہوں اور تصویریں بنایا کرتا ہوں''۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان گناہوں سے بچنے کی توفیق دے جو دوسروں کی دیکھا دیکھی گناہ ہی محسوس نہیں ہوتے۔

حدیث مبارک ہے اس گھر میں فرشتۂ رحمت داخل نہیں ہوتا، جس میں تصویر ہو۔ (بخاری)

رہا کیمرہ سے فوٹو اتارنے کا مسئلہ، تو اس کے متعلق بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ تصویر نہیں بلکہ عکس ہے۔ لہٰذا اس میں کچھ قباحت نہیں۔ علماء اس مسئلہ میں شدت کا پہلو اختیار کرتے ہیں۔ ہمارے خیال میں اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں:

① سیاسی لیڈروں بزرگوں ہر دلعزیز شخصیتوں اور فرمانرواؤں کی تصاویر جن میں احترام کا پہلو بھی ہوتا ہے اور ان کی خرید وفروخت بھی ہوتی ہے۔ یہ قطعًا ممنوع ہے۔

② اضطراری صورت جیسے سکوں اور نوٹوں پر کسی فرمانروا کی تصویر یا پاسپورٹ یا شناختی کارڈ کی تصویر وغیرہ وغیرہ جو فی زمانہ اضطرار اور مجبوری کی شکل اختیار کر چکی ہے کہ اس میں انسان کے اپنے اختیار کو کچھ دخل نہیں، تو یہ صورت مباح یا جائز ہوگی۔ کیونکہ فقہ کا عام اصول ہے۔ الضرورات تبیح المحظورات یعنی مجبوریاں ممنوعات کو مباح بنا دیتی ہیں۔

③ تیسری صورت ہے جس میں انسان کے اختیار کو عمل دخل ہوتا ہے۔ تاہم اس میں نہ عزت واحترام کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے اور نہ ان کی خرید وفروخت ہوتی ہے۔ جیسے انسان کا اپنی یا اپنے دوست احباب کی فوٹو کھچوانا اور بطور یادداشت اپنے پاس سنبھالے رکھنا تو یہ بھی شرعًا ممنوع ہے۔

④ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ انسان یہ آرزو رکھتا ہو کہ مضمون کے ساتھ اس کی تصویر بھی اخبار ورسائل اور اشتہارات میں چھپے اور یہ ایسا مرض ہے کہ عوام تو کجا بڑے بڑے علماء بھی اس میں گرفتار ہیں، ہمارے خیال میں یہ صورت بھی ناجائز ہے کیونکہ اس سے مقصود شہرت اور نمود ونمائش ہوتی ہے۔ الیکشن کے دوران اشتہارات میں نمائندوں کی تصاویر بھی اس ضمن میں آتی ہیں، بلکہ یہ سارا دھندا ہی شرعًا ناجائز ہے۔

کاروباری ترقی کا راز

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم رَحِمَ اللّٰہُ رَجُلًا سَمْحًا اِذَا بَاعَ، وَاِذَا اشْتَرٰی، وَاِذَا اقْتَضٰی۔ (بخاری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے، جو خریدنے میں اور بیچنے میں اور اپنے قرض کا تقاضا کرنے میں نرمی اور خوش اخلاقی برتتا ہے۔''

نرم روی اور خوش اخلاقی اللہ پاک کی بہت بڑی نعمتیں ہیں۔ بلکہ ایک حدیث مبارک میں، جسے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے، فرمایا گیا ہے:

''جسے نرم نصیبہ دیا گیا اسے دنیا و آخرت کی بھلائی نصیب ہوگئی۔''

خوش اخلاق اور شیریں گفتار ہونا کاروبار کی ترقی کے لئے بہترین نسخہ ہے اس سے بھی بڑھ کر خوش اخلاقی اور لین دین میں نرمی برتنے والے کے لئے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحمت کی دعاء فرمائی ہے اور جس خوش نصیب کو آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائے رحمت نصیب ہو جائے، اس کی خوبیِ قسمت پر کون نہ ناز کرے!

ایک دانشور کا کہنا ہے۔ خوش اخلاقی پر کچھ خرچ نہیں ہوتا لیکن یہ آپ کی قدر و منزلت (Value) بڑھا دیتی ہے۔

سخت طبیعت اور سڑیل مزاج آدمی سے ہر کوئی کوسوں دور بھاگتا ہے۔

ذخیرہ اندوزی

عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اَلْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُوْنٌ۔ (ابن ماجہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”(بازار میں) مال لانے والے کو رزق ملے گا اور ذخیرہ اندوزی کرنے والا مستحق لعنت ہے۔“

آج لالچ و ہوس نے ہمیں تمام اسلامی اصولوں سے محروم کر دیا ہے۔ بڑے بڑے کاروباری مگرمچھ مصنوعی قلت پیدا کر کے مارکیٹ کو کنٹرول کرتے ہیں اور اپنی مرضی کا ریٹ وصول کرتے ہیں۔ وطن عزیز پاکستان میں خصوصاً رمضان کے دنوں میں ضرورت کی چیزوں کی فروخت روک لی جاتی ہے تاکہ ریٹ بڑھے تو فائدہ اٹھایا جائے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے ذخیرہ اندوزوں کو لعنت کا مستحق قرار دیا ہے اور جو شخص اپنے کاروبار کو کھلا رکھتا ہے...... اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اللہ کی رحمت کا مستحق ہے، اور اسے رزق ملتا ہے۔

دین اسلام سراسر خیر خواہی کا نام ہے...... جس عمل سے مخلوقِ خدا کو تکلیف پہنچے وہ دین اسلام میں قبیح اور گندہ فعل ہے، کاروباری حضرات کو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب بننے والے کاموں کو چھوڑ دینا چاہیے اور اس بات پر یقین رکھنا چاہئے کہ رزق اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ جو مقدر ہے وہ ضرور مل کر رہے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

حرام کمائی کا انجام

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

"لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ اِلَّا الطَّیِّبَ"

''اللہ تعالیٰ صرف پاکیزہ کمائی سے صدقہ قبول فرماتا ہے۔''

تفصیل کے لیے مسند احمد کی درج ذیل حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا یَکْسِبُ عَبْدٌ مَالًا حَرَامًا فَیَتَصَدَّقُ مِنْہُ فَیُقْبَلُ مِنْہُ وَلَا یُنْفِقُ مِنْہُ فَیُبَارَکُ لَہٗ فِیْہِ وَلَا یَتْرُکُہٗ خَلْفَ ظَھْرِہٖ اِلَّا کَانَ زَادَہٗ اِلَی النَّارِ، اِنَّ اللّٰہَ لَا یَمْحُو السَّیِّئَ بِالسَّیِّیءِ وَلٰکِنْ یَّمْحُو السَّیِّئَ بِالْحَسَنِ، اِنَّ الْخَبِیْثَ لَا یَمْحُو الْخَبِیْثَ۔ (مسند احمد)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''کوئی بندہ حرام مال کمائے، پھر اس میں سے اللہ کی راہ میں صدقہ کرے، تو یہ صدقہ اس کی طرف سے قبول نہیں کیا جائے گا اور اگر اپنی ذات اور گھر والوں پر خرچ کرے گا تو برکت سے خالی ہوگا، اگر وہ اس کو چھوڑ کر مرا تو وہ اس کے لیے جہنم میں جانے کا سبب بنے گا۔ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی کے ذریعہ نہیں مٹاتا ہے، بلکہ بُرے عمل کو اچھے عمل سے مٹاتا ہے بے شک خبیث خبیث کو نہیں مٹاتا۔''

رزق حلال ایک ایسی بنیاد ہے، جس کے بغیر نیکی کا کوئی تصور پروان نہیں چڑھ سکتا۔ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت احسن طریقے سے اپنے امتیوں کو سمجھایا ہے

کہ رزقِ حلال ہی سے برکت ہوگی۔ جہاں لوگوں کا حق مار کر حرام اکٹھا کیا ہو اس میں نہ برکت ہوگی، نہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قبول کیا جائے گا۔ آج ہمارے گھر اور کاروبار ہر جگہ برکت سے اسی لئے خالی ہیں کہ ہم حلال وحرام میں تمیز نہیں کرتے۔

ہر شخص دن میں کئی بار بے ساختہ یہ الفاظ دہراتا ہے کہ پیسوں میں برکت ہی نہیں ہے، اس کا اصل سبب یہی ہے کہ ہم نے حلال وحرام میں تمیز چھوڑ دی ہے، ہر شخص اسی دھن میں مگن ہے کہ بس مال اکٹھا کرے...... خواہ کسی طرح ہو۔

اللہ پاک ہمیں توفیق دے کہ حلال ذرائع ہی سے رزق حاصل کریں۔

آج اکثر والدین اولاد کی نافرمانی کے سبب دکھی ہیں، انہیں ذہن میں رکھنا چاہئے کہ اس کا ایک بہت بڑا سبب رزق حلال کی کمی بھی ہے۔ ہر لمحہ کوشش اور دعاء کرتے رہنا چاہئے کہ کوئی کام ایسا نہ ہو، جس سے رزق حرام ہو جائے۔ کاروبار میں دھوکہ...... کسی کا حق مارنا، رشوت، بنک کا سود اور سودی بچت سکیمیں، جھوٹ بول کر سودا بیچنا، مالِ تجارت کا عیب چھپانا، جو زبان سے طے کیا ہو اس کا لحاظ نہ کرنا...... قدم قدم پر روزی حرام ہونے کے سامان ہیں...... ہر وقت کوشش یہی ہونی چاہیے کہ حرام سے بچا جائے۔ برائی اور گناہ کا ایک پیمانہ حدیث مبارکہ میں یہ بھی بیان فرمایا گیا ہے کہ گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے...... معاملہ کرتے وقت بہترین کسوٹی یہ ہے کہ انسان غور کرے، جو میں کر رہا ہوں اگر میرے ساتھ ایسا ہو تو کیا مجھے پسند ہے یا مجھے یہ برا تو نہیں لگے گا۔

وراثت سے محروم کرنا

عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ قَطَعَ مِيْرَاثَ وَارِثِهِ قَطَعَ اللّٰهُ مِيْرَاثَهُ مِنَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (ابن ماجه)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جو اپنے وارث کو میراث سے محروم کر دے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جنت کی میراث سے محروم کر دے گا۔"

دینِ اسلام نے ہمیں زندگی کے ہر معاملہ میں رہنمائی فرمائی ہے تا کہ ایک ایسا مثالی معاشرہ تشکیل پائے، جہاں کسی معاملہ میں کسی کی حق تلفی، بے انصافی اور ظلم کی گنجائش نہ ہو۔

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذکورہ بالا فرمان سے مقصود یہ ہے...... "اللہ تعالیٰ نے جسے وراثت قرار دیا ہے اسے قطعاً اس کے حق سے محروم نہ کیا جائے۔"

ہمارے معاشرے میں خصوصاً بیٹیوں اور بہنوں کو ان کے حقِ وراثت سے محروم کر دیا جاتا ہے اور اس معاملہ میں دنیادار اور دیندار گھرانے سب برابر ہیں جو بھائی یا بہن اس ظلم کے مرتکب ہیں، انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ جو دنیا میں کسی کو حق سے محروم کرے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت سے محروم کر دے گا یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ کئی ناراض والدین بیٹوں کو بوجہ نافرمانی جائیداد سے عاق کر دیتے، ہیں یہ بھی غلط ہے، گو والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہے لیکن اس کے باوجود جو حق اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں مقرر کر دیا ہے کسی کو اختیار نہیں کہ اس میں ردو بدل کرے۔

سچے تاجر کا مقام و مرتبہ

عَنْ اَبِی سَعِیدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ۔ (ترمذی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''سچائی کے ساتھ معاملہ کرنے والا امانت دار تاجر قیامت کے دن نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا''

دیانت دار تاجر جو معاملہ کرتے وقت اللہ سے ڈرتا ہے، کسی نوعیت کی دھوکہ دہی، فریب، جھوٹ اور دیگر ہر طرح کی برائیوں سے بچتا ہے، وہ بڑا خوش قسمت ہے۔ دنیا میں رزقِ حلال کی برکتوں کے علاوہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسے نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کا ساتھ نصیب فرمائے گا۔

آج کل کاروبار میں اونچ نیچ، وعدہ خلافی، ناپ تول میں کمی جیسی غلط باتوں سے بچنا خاصا محال ہے۔ لیکن پھر بھی جو اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ ان سے بچنے کی کوشش کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے ضرور محفوظ فرمائے گا اور وہ قیامت کے روز نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کی محفل میں ہوگا۔

خراب مال تجارت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ بَاعَ مِنْ أَخِيْهِ بَيْعًا فِيْهِ عَيْبٌ إِلَّا بَيَّنَهُ لَهُ۔ (مسند احمد و سنن ابن ماجه)

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ عیب دار چیز اپنے بھائی کو فروخت کرے، الا یہ کہ اسے بتا دے۔''

اس حدیث مبارکہ میں تجارت کا بہترین اصول بیان فرمایا گیا ہے، تاجر، بیوپاری اور دکان دار کو چاہئے کہ جب بھی اپنی کوئی چیز فروخت کرے تو اس میں جو بھی نقص یا عیب ہو (اس کے علم کی حد تک) وہ گاہک کو بتا دے، ورنہ اس کی یہ تجارت دھوکہ اور فریب ہوگی۔

آنحضرت ﷺ ایک دفعہ غلے کے ایک ڈھیر کے قریب سے گزرے تو آپ ﷺ نے ڈھیر کے اندر ہاتھ ڈال کر غلہ دیکھا...... نیچے کا غلہ گیلا تھا، آپ ﷺ نے غلہ کے تاجر سے پوچھا یہ کیا؟ اس نے جواب دیا بارش سے بھیگ گیا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اسے غلے کے اوپر کے حصہ میں کیوں نہ رکھا تا کہ لوگ اسے دیکھ سکتے؟ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا ''جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں''

(سنن الترمذی، باب ماجاء فی کراهیة الغش فی البیوع، حدیث: ۱۳۱۵)

امام ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کرنے کی بعد لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اسی کے مطابق اہل علم کا عمل ہے اور انہوں نے دھوکے کو حرام قرار دیا ہے، اور آج کتنے دکھ کی بات ہے کہ خوانچہ فروش، ریڑھی والا، دکان دار، ڈیلر، فیکٹری کا مالک اور کونسا ایسا تاجر ہے، جو دھوکہ اور فریب میں مبتلا نہیں......

ہر جگہ کوتاہی ہے اور ظلم یہ کہ یہ سب کاروبار کا حصہ سمجھ کر کیا جاتا ہے۔ اللہ کریم ہم پر رحم فرمائے: آمین

مال کا عیب چھپانا:

عَنْ وَاثِلَةَ ابْنِ الْأَسْقَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ ﴿مَنْ بَاعَ عَيْبًا لَمْ يُبَيِّنْهُ لَمْ يَزَلْ فِي مَقْتِ اللّٰهِ أَوْلَمْ تَزِلِ الْمَلٰئِكَةُ تَلْعَنُهُ﴾ (سنن ابن ماجه،ابواب التجارات،حديث:٢٢٤٧)

''واثلہ بن الاسقع سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا۔ ''جس شخص نے اپنی عیب دار چیز بتلائے بغیر بیچی۔ وہ ہمیشہ اللہ کے غضب میں رہے گا یا فرشتے اس پر ہمیشہ لعنت کرتے رہیں گے''۔

آج کل عیب دار مال کو اچھے مال میں اس طرح چھپا دینا کہ خریدار سے اس کا عیب مخفی رہے، ایک باقاعدہ فن کی حیثیت اختیار کر گیا ہے اور جو شخص اس کام میں ماہر ہو اسے بہت سمجھ دار تصور کیا جاتا ہے، اگر کوئی جانور فروخت کرنا ہو تو اس کے اصل مالک کو اس کے متعلق جو کچھ معلوم ہوتا ہے، مشتری اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ عید الاضحیٰ پر بیمار اور لاغر جانوروں کی مختلف طریقوں سے فروخت ایک باقاعدہ فن کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ اس طرح بیچنے والا عیب بتلائے بغیر چیز کی صحیح قیمت وصول کر لیتا ہے۔ یہ صریح فریب کاری ہے اور ایسی بیع حرام ہے۔ ایسے فریب کار آدمی سے آنحضور ﷺ کس قدر بیزاری کا اظہار فرما رہے ہیں کہ ایسے شخص کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا ایسی فریب کاریوں سے پرہیز کیجئے۔ یا پھر حضور اکرم ﷺ سے لاتعلقی گوارا کر لیجئے۔

کامیاب تاجر

عَنْ رِفَاعَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلتُّجَارُ يُحْشَرُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فُجَّاراً اِلَّا مَنِ اتَّقٰى وَبَرَّ وَصَدَقَ ۔ (ترمذی۔ابن ماجہ)

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تجارت کرنے والے لوگ قیامت کے دن بدکردار کی حیثیت سے اٹھائے جائیں گے۔ سوائے ان تاجروں کے جنہوں نے اپنی تجارت میں تقویٰ اختیار کیا (یعنی اللہ کی نافرمانی سے بچے رہے) اور نیکی اختیار کی (یعنی لوگوں کو پورا حق دیا) اور سچائی کے ساتھ معاملہ کیا۔''

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جو تاجر، بیوپاری، دوکان دار اور خرید و فروخت کرنے والا اپنے معاملات میں دھوکہ، فریب، جھوٹی قسم کھانے، کم تولنے، اپنے مال کا عیب چھپانے اور ملاوٹ جیسے غیر اخلاقی اور غیر اسلامی ہتھکنڈوں کو اللہ کی رضا کے لئے خیر باد کہہ دیتا ہے، ایسے تاجروں کا اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا رتبہ ہے ان کے کاروبار پر رحمتیں برستی ہیں اور اکثر ایسے نیک فطرت لوگ اللہ تعالیٰ کا شکر ان الفاظ میں ادا کرتے ہیں کہ اللہ کریم نے ہمیں ہماری حیثیت سے زیادہ نوازا ہے، ہم اس مالک کا شکر ہی ادا نہیں کر سکتے اور اس کے علاوہ آخرت کا بے حد و حساب اجر اور رحمتیں الگ ان کی منتظر ہیں۔

مشتبہات میں احتیاط

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ ﴿اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ، وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ، وَبَیْنَھُمَا اُمُوْرٌ مُشْتَبِھَةٌ، فَمَنْ تَرَكَ مَاشُبِّهَ عَلَیْهِ مِنَ الْاِثْمِ كَانَ لِمَا اسْتَبَانَ اَتْرَكَ وَمَنِ اجْتَرَءَ عَلٰی مَایَشُكُّ فِیْهِ مِنَ الْاِثْمِ اَوْشَكَ اَنْ یُّوَاقِعَ مَااسْتَبَانَ، وَالْمَعَاصِیْ حِمَی اللّٰهِ، مَنْ یَّرْتَعْ حَوْلَ الْحِمٰی یُوْشِكُ اَنْ یُّوَاقِعَهُ﴾ (بخاری: ۲۰۰۱)

''حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

''حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی اور ان دونوں کے درمیان کچھ امور ایسے ہیں جو مشتبہ ہیں...... جو شخص مشتبہ گناہوں سے بچے گا وہ کھلے ہوئے گناہوں سے بدرجہ اولیٰ بچے گا اور جو شخص مشکوک گناہ کے کرنے میں جرأت (بے احتیاطی) دکھائے گا تو عام گناہوں میں اس کا پڑ جانا بہت زیادہ متوقع ہے۔ اور گناہ اللہ تعالیٰ کی چراگاہیں ہیں اور جو شخص چراگاہ کے اردگرد (جانوروں کو) چرائے گا تو ممکن ہے کہ وہ چراگاہ میں داخل ہو جائے۔''

اللہ سے ڈرنے والے جہاں بھی شک شبہ ہو رک جاتے ہیں، اللہ سے ڈرنے والے برے لوگوں سے تعلق نہیں رکھتے، اللہ والے سودی کاروبار کرنے والے کے ہاں کھانے پینے سے پرہیز کرتے ہیں......

آج بدقسمتی سے ہمارے علمائے کرام مساجد اور مدارس کے لئے چندہ لیتے ہوئے بھی یہ احتیاط نہیں کرتے کہ دینے والے کا کاروبار کیسا ہے۔ ہمارے ہاں بہت سے سیٹھ اور دولت مند ملک و قوم کو لوٹ کر صدقہ و خیرات کرتے ہیں، مسجدیں بناتے ہیں، مدارس چلاتے ہیں...... لیکن آفرین ہے علماء کرام، ارباب

مدارس، پیران طریقت اور رہبرانِ شریعت پر کہ اس دولت و چندہ کے باعث ان کی پیشانی پر کبھی شکن آئی ہو۔ اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّیْ.

مسجد میں خرید وفروخت کی ممانعت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ ﴿اِذَارَاَیْتُمْ مَنْ یَّبِیْعُ اَوْیَبْتَاعُ فِی الْمَسْجِدِ فَقُوْلُوْا لَا اَرْبَحَ اللّٰهُ تِجَارَتَكَ﴾ (ترمذی، نسائی)

''حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم مسجد میں کسی شخص کو خرید وفروخت کرتے ہوئے دیکھو تو کہو: اللہ تعالیٰ تیری تجارت میں فائدہ نہ دے''

کاروبار اور خرید وفروخت میں بے شمار دنیاوی اور فضول باتیں ہو جاتی ہیں اور کبھی بات تو تکرار اور تلخی تک پہنچ جاتی ہے، ایسی باتیں اللہ تعالیٰ کے گھر کے تقدس کے منافی ہیں، اسی لئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں کسی چیز کی خرید و فروخت سے منع فرمایا ہے۔

افسوس کہ آج کل کاروباری، سیاسی، جماعتی مسائل کے علاوہ فضول گفتگو مسجدوں میں معمول بن چکی ہے۔ اللہ پاک ہمیں سمجھ عطا فرمائے۔

ان کوتاہیوں کی ذمہ داری ان علماء کرام پر بھی عائد ہوتی ہے، جو اپنے نمازیوں کی تربیت نہیں کرتے...... بدقسمتی کا یہ عالم ہے کہ اکثر نماز غلط پڑھی جاتی ہے، مگر ہمارے علمائے کرام ان امور کی طرف توجہ نہیں فرماتے، یہ علماء ہی کا کام ہے کہ وہ مقتدیوں کی نماز کی اصلاح کریں، انہیں نماز کا ترجمہ سکھائیں، بیشتر لوگ نماز کا ترجمہ نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے علماء کو سمجھ اور فکر عطا فرمائے۔

بلیک مارکیٹنگ

عَنْ مُعَاذٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ ﴿بِئْسَ الْعَبْدُ الْمُحْتَكِرُ إِنْ أَرْخَصَ اللّٰهُ الْأَسْعَا رَحَزِنَ وَإِنْ اَغْلَاهَا فَرِحَ﴾ (بیهقی)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "ذخیرہ اندوز بہت برا آدمی ہے، اگر اللہ تعالیٰ چیزوں کے نرخ سستا کرتا ہے تو اسے غم ہوتا ہے اور جب قیمتیں بڑھا دیتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔"

اس حدیث مبارکہ میں ذخیرہ اندوز (Black marketer) کے قلبی ردِگ کو بیان فرمایا گیا ہے۔ جنس اور سامانِ ضرورت کو خرید کر صرف اس نیت سے جمع کر رکھنا کہ قیمت بڑھنے پر فروخت کی جائے، ایسے شخص کو ملعون کہا گیا ہے، اس کا یہ فعل بہت قبیح ہے، وہ صرف چند پیسوں کی خاطر اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو تنگ حال اور محتاج کر دیتا ہے اور صحیح مسلم میں ہے "لَا يَحْتَكِرُ إِلَّا خَاطِئٌ" گناہگار ہی ذخیرہ کرتا ہے۔

ہمارا مسلمان معاشرہ اس طرح کے غیر انسانی ہتھکنڈوں اور حرکتوں سے بھرا پڑا ہے، آئے دن مصنوعی قلت کے بہانے قیمتیں بڑھا کر لوگوں کو مسائل کی نذر کر دیا جاتا ہے، بڑے بڑے سرمایہ دار، کارخانہ دار، بیوپاری اور حکومت کے بے شمار شعبے ان گندی حرکات کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ سب مل کر دعاء کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سنہرے اصولوں پر چلنے کی توفیق دے اور یہی سنہری اصول ہماری خوشحالی کے ضامن ہیں۔

خصوصاً بجٹ کے دنوں میں ذخیرہ اندوزی اور بلیک مارکیٹنگ یہ کام بہت عام ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ دولت کی فکر کے ساتھ مرنے کی فکر کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ خوفِ الٰہی کے علاوہ کوئی قانون، کوئی طاقت، ان برائیوں کو نہیں روک سکتی۔

خرید وفروخت میں......جھوٹی قسمیں

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ﴿ثَلَاثَةٌ لَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ ھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ؟ قَالَ اَلْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَهٗ بِالْحَلْفِ الْکَاذِبِ﴾ (مسلم)

''حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین قسم کے لوگ ایسے ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ تو بات کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا بلکہ ان کو دردناک عذاب دے گا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ نامراد لوگ کون ہیں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک وہ شخص جو اپنے تہبند کو ٹخنوں کے نیچے لٹکاتا ہے دوسرا وہ شخص جو احسان جتاتا ہے اور تیسرا وہ شخص جو جھوٹی قسموں کے ذریعے اپنا مال تجارت بیچتا ہے۔''

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ جھوٹی قسم بہت بڑا گناہ ہے، اتنا بڑا کہ غفور رحیم اللہ قیامت کے روز اس شخص کی طرف نظر رحمت سے بھی نہیں دیکھے گا۔

افسوس کہ آج کاروبار اور تجارت میں قسمیں کھانا ایک رواج بن گیا ہے اور یہی عادت جھوٹی قسم کا بھی سبب بنتی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ناراضی کے کاموں سے بچنے کی توفیق دے۔ (آمین)

کسی مارکیٹ، بازار یا کسی دکان پر چلے جائیں تاجر فوراً قسمیں اٹھا کر مال کی کوالٹی اور قیمت کا یقین دلائے گا، ایسا کرنا سراسر ہلاکت ہے۔

مخلص حصہ دار

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَ لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ۔(البقرۃ:188)

''اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ''

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: يَقُوْلُ اللّٰهُ: اَنَا ثَالِثُ الشَّرِيْكَيْنِ مَالَمْ يَخُنْ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ۔(ابو داؤد)

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، میں دو حصہ داروں میں تیسرا ہوں (میری مدد ان کے شامل حال ہوتی ہے) جب تک ان میں سے ایک دوسرے کی خیانت نہ کرے۔''

صدیوں پرانے ایمان افروز درج ذیل واقعہ کا مطالعہ اس سلسلہ میں مفید رہے گا:

بنی اسرائیل میں دو آدمیوں نے مل کر کھیتی باڑی شروع کی، ایک بوڑھا تھا دوسرا جوان اور دونوں برابر کے حصہ دار تھے۔ جب فصل پک کر تیار ہوگئی، تو دونوں نے مل کر غلہ کے دو برابر حصے کر لیے۔ شام ہو چکی تھی اور ہر ایک کو اپنا اپنا حصہ سر پر اٹھا کر اپنے اپنے گھر لے جانا تھا۔ نقل و حمل کا کوئی دوسرا ذریعہ میسّر نہ تھا۔ پہلے جوان آدمی نے اپنے حصہ میں سے گٹھڑی باندھی اور سر پر اٹھا کر اپنے گھر روانہ ہوگیا۔ غلہ کے پاس اب بوڑھا اکیلا بیٹھا تھا...... اسے خیال آیا کہ میں تو زندگی کی بہاریں دیکھ چکا ہوں مجھے، آخر اتنے رزق کی ضرورت بھی کیا ہے؟ یہ جوان آدمی ہے اس کی بے شمار ضرورتیں ہیں۔ یہ خیال آتے ہی اس نے اپنے حصہ میں سے کچھ غلہ اس نوجوان کے حصہ کی طرف دھکیل دیا۔

نوجوان گھر واپس آیا تو اب بوڑھے کی غلہ گھر لے جانے کی باری تھی۔

جب وہ غلہ کی گٹھڑی باندھ کر اپنے گھر روانہ ہوا تو اس نوجوان کے دل میں خیال آیا کہ میں تو جوان ہوں۔ خوب محنت کر سکتا ہوں۔ ساری عمر کماتا کھاتا رہوں گا۔ اس بوڑھے نے کس مشقت سے میرے ساتھ کھیتی باڑی کا کام کیا، محنت کی، اس بے چارے کو بہت زیادہ مشقت اٹھانا پڑی ہے۔ لہٰذا یہ مجھ سے زیادہ حصہ کا حقدار ہے۔ یہ سوچ کر اس نے بھی اپنے حصہ میں سے کچھ غلہ دھکیل کر بوڑھے کے حصہ کی طرف کر دیا۔

اس طرح وہ دونوں باری باری رات کے اندھیرے میں اپنا اپنا حصہ اپنے اپنے گھروں کو لے جاتے رہے اور ایک دوسرے کے حصے کی طرف غلہ منتقل کرنے کا سلسلہ بھی یوں ہی چلتا رہا، ایک جاتا تو دوسرا اپنے حصے کا کچھ غلہ دوسرے کے حصے کی طرف دھکیل دیتا۔ بعد میں دوسرا بھی وہی کام کرتا لیکن دونوں میں سے کسی کو بھی ان کی اس باہمی ہمدردی اور اخوت وایثار کی خبر نہ ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کا کرنا یوں ہوا کہ ان کا پروردگار ان دونوں پر مہربان ہوگیا۔ وہ ساری رات غلہ اپنے اپنے گھروں کو لے جاتے رہے لیکن غلہ ختم نہ ہوا۔ وہ خود حیران تھے کہ ان کا غلہ اتنا زیادہ تو نہ تھا۔ جتنا وہ اپنے اپنے گھروں کو لے جا چکے ہیں۔ بالآخر جب صبح کی روشنی پھیلی اور ہر چیز نمایاں طور پر نظر آنے لگی۔ تب کہیں جا کر ان کے ڈھیر ختم ہونے کو آئے۔ (احکام تجارت، مولانا ادریس کیلانیؒ)

سوچنے کی بات ہے کہ رزق میں برکت اور فراوانی کہاں سے آ گئی؟

جب آپس میں محبت واخوت کا مظاہرہ ہو تو اللہ رب العزت اپنی رحمت خاص سے اسی طرح نوازتا ہے کہ انسان کو گمان بھی نہیں ہوتا کہ رزق کہاں سے آ رہا ہے۔

افسوس کہ آج شاید ہی کوئی حصہ دار (پارٹنر) ایک دوسرے سے خوش ہوں ......تقریباً ہر شخص کی زبان پر ایک ہی جملہ ملے گا کہ سانجھ کا زمانہ نہیں۔ آدھی کھالو کسی کو ساتھ نہ ملاؤ۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ایک آدمی جنگل میں جا رہا تھا۔ اس نے بادلوں سے ایک آواز سنی جیسے کوئی کہہ رہا ہے کہ جا کر فلاں شخص کے باغ کو سیراب کرو۔ بادل کا وہ ٹکڑا ایک طرف چل پڑا۔ وہ ایک پتھریلی زمین پر برسا۔ بارش کا پانی ایک نالے کی شکل میں ایک طرف بہنے لگا...... (جس نے بادلوں سے آواز سنی تھی) بھی پانی کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ دور چل کر اس نے دیکھا کہ ایک آدمی اپنے باغ کو سیراب کرنے کے لئے بیلچہ سے اس کی نالیوں کو درست کر رہا ہے۔ اس کے درست کرنے کے ساتھ ہی بارش کا یہ پانی وہاں پہنچ گیا۔

یہ شخص اللہ تعالیٰ کی اس قدرت پر بہت متعجب ہوا اور باغ والے آدمی سے پوچھنے لگا...... اللہ کے بندے! تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے وہی نام بتلایا جو اس نے بادل سے سنا تھا۔ پھر اس نے کہا کہ میں نے بادلوں میں سے جس کے پانی سے تو اپنا باغ سیراب کر رہا ہے۔ یہ آواز سنی تھی کہ جا کر فلاں شخص کے باغ کو سیراب کرو۔ اس میں تیرا ہی نام لیا گیا تھا۔ مجھے یہ بتلاؤ کہ تمہارا وہ کونسا عمل ہے، جس بنا پر اللہ تعالیٰ تم پر اتنا مہربان ہے؟

باغ والا کہنے لگا۔ تم نے یہ بات سن ہی لی ہے، تو میں تمہیں بتلا دیتا ہوں۔ اس باغ سے جو پیداوار ہوتی ہے، میں اس کے تین حصے کرتا ہوں۔ ان میں سے ایک تہائی حصہ صدقہ کر دیتا ہوں۔ ایک تہائی اپنے اہل و عیال کے لئے رکھ لیتا اور ایک تہائی اس باغ کی نگہداشت اور اگلی فصل کے اخراجات پر صرف کر دیتا ہوں؟

جو خالص اللہ کی رضا کے لئے اس کی مخلوق کی بھلائی کے کاموں میں صرف کرتا ہے تو اللہ کریم ایسے ذرائع سے اسے رزق دیتا ہے، جو کسی کے گمان میں بھی نہ ہوں۔

نیت کا فتور

کسی شخص کا ایک باغ تھا جو بھرپور فصل دیتا تھا۔اس کا زندگی بھر یہ دستور رہا کہ جب بھی پھل توڑتا تو اس کے تین حصے کرتا۔ایک حصہ تو خود اپنے گھر کی ضروریات کے لئے رکھ لیتا' دوسرا حصہ اپنے قریبی رشتہ داروں اور ہمسایوں میں تقسیم کر دیتا اور تیسرا حصہ فقراء و مساکین میں بانٹ دیتا۔اس کی اس سخاوت کی وجہ سے اس کا باغ سب سے زیادہ پھل دیتا، کٹائی کے دن فقیراء و مساکین موقع پر پہنچ جاتے اور اس سے اپنا اپنا حصہ وصول کر لیتے۔

جب یہ شخص انتقال کر گیا تو اس کے بیٹوں کو خیال آیا کہ ہمارا باپ تو ساری عمر اس باغ کے پھلوں کو ادھر ادھر تقسیم کر کے اپنی کمائی کو یوں ہی لٹا تا رہا۔اس باغ کی زمین بہت زرخیز ہے، جو ارد گرد کی زمینوں سے کئی گنا زیادہ فصل دیتی ہے۔مگر ہمارے باپ نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا، ہم لوگوں کو بانٹنے والی روایت ختم کر دیں گے۔باغ ہمارا ہے اور اس پر ہمارا ہی حق ہے۔انہوں نے آپس میں طے یہ کیا کہ جب کٹائی کا موقع آئے تو راتوں رات فصل اٹھالی جائے تاکہ نہ غریب مسکین آئیں، نہ ہمیں تنگ کریں اور نہ ہم برے بنیں۔

جب کٹائی کا وقت آ گیا۔تو وہ راتوں رات، خوشی خوشی، اُچھلتے کودتے اپنے باغ کی طرف روانہ ہوئے۔ادھر اللہ کا کرنا یوں ہوا کہ اسی رات سخت طوفان آیا، جس کے ذریعے کہیں لگی ہوئی آگ باغ کے درختوں تک پہنچ گئی۔آن کی آن میں سارا باغ جل کر راکھ کا ڈھیر بن گیا۔جب یہ عقل منداور دانشور بیٹے وہاں پہنچے تو وہاں کا نقشہ ہی بدلا ہوا تھا۔انہیں وہاں باغ نام کی کوئی چیز نظر نہ آئی۔سوچنے لگے کہ ہم شاید رات کے اندھیرے میں کسی غلط جگہ پر پہنچ گئے ہیں۔پھر جب کچھ

حواس درست ہوئے تو حقیقت ان پر آشکارا ہوئی کہ ان کی نیت کا فتور عذاب بن کر ان کے باغ کو بھسم کر گیا، اب وہ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ ایک کہتا کہ تم ہی نے یہ ترغیب دی تھی، دوسرا کہتا کہ یہ مشورہ تو تمہارا تھا، مگر اب پچھتانے سے کچھ نہ بن سکتا تھا۔ جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا تھا۔

باپ کو اس کی سخاوت اور دوسروں سے ہمدردی کا یہ صلہ ملتا رہا کہ اس کا باغ سب سے بڑھ کر پھل لاتا تھا اور جتنا کچھ وہ دوسروں پر خرچ کرتا، اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ اسے مہیا فرما دیتا مگر بیٹوں پر بخل اور حرص غالب آیا اور ان کی نیت کے فتور نے طوفان کا روپ دھار کر باغ کو ملیا میٹ کر دیا۔ اس وقت نہ زمین کی زرخیزی کام آئی اور نہ ان کی کوئی تدبیر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو یہاں تک فرما دیا:

''مومن بخیل نہیں ہو سکتا''

یعنی کوئی مسلمان بھی کہلائے اور دل کا کنجوس ہو نہ کہ اپنی ذات پر خرچ، نہ بیوی بچوں کو سکھ دے اور نہ اس کی دولت کسی بے کس و بے بس کے کام آئے۔''

ہمارے معاشرے میں بے شمار ایسے کم ظرف دولت مند پائے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی رضا کے لئے خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگر کسی کو دولت سے محبت ہے وہ کسی کی بھلائی کے لئے خرچ نہیں کرتا، تو اسے اپنے دل کو ٹٹولنا چاہیے کہ کیا وہ مسلمان ہے؟

علمائے کرام، وکیل اور مقدس پیشے

قرآن کریم میں ان علماء کے رزق پر سخت گرفت کی گئی ہے، جو قرآن مجید کی آیات کو بیچ کھاتے ہیں۔ غلط تاویلات کر کے یا حق کو چھپا کر غلط فتوے جاری کرتے، حکومت وقت کی خوشامد اور ہم نوائی کر کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیتے ہیں اور ان کے غلط فتوے عام لوگوں کو گمراہ کرنے کا باعث بنتے ہیں، وہ سب کچھ دنیاوی فائدہ کے لالچ کے لئے کرتے ہیں۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا أُولٰٓئِكَ مَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ إِلَّا النَّارَ۔ (بقرہ:۱۷۱)

''جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نازل شدہ کتاب میں سے کچھ چھپا جاتے ہیں اور حقیر سی قیمت کے عوض بیچ کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں بھرتے۔''

اس کا اصل تعلق صرف علماء سے نہیں بلکہ ہر اس پیشہ اور ہر اس ہے جس سے کاروبار سے متعلق لوگ اپنی کمائی کو ناجائز طریقوں سے حرام بنا لیتے ہیں۔ مثال کے طور پر وکالت کا پیشہ ایک جائز پیشہ ہے بلکہ اگر وکیل حق کی حمایت کے لئے لڑے تو انسانیت کی عظیم خدمت بھی ہے لیکن وکلاء میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو یہ خوب جانتے ہیں کہ ان کا موکل مجرم ہے، اس کے باوجود اس کی حمایت میں مقدمہ لڑتے اور اپنی فیس کھری کرتے ہیں اور ناحق کو حق ثابت کر دکھانے والے وکیل اپنے فن کا ماہر سمجھا جاتا ہے۔

عدالتوں کی دنیا کا ایک سچا واقعہ درج ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح یہ مقدس پیشہ ظلم اور ناانصافی کو تحفظ فراہم کرتا ہے۔

کسی اونچے خاندان سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان نے اپنے کسی رقیب خاندان کی لڑکی سے بالجبر زنا کیا۔ لڑکی والوں نے مقدمہ دائر کر دیا اور نوجوان کے خاندان والوں کو کسی ماہر قانون وکیل کی ضرورت پیش آئی، کافی جستجو کے بعد انہیں اپنے مطلب کا ایک وکیل میسر آ گیا۔ جس سے ایک لاکھ روپیہ میں معاملہ طے ہوا، شرط یہ تھی کہ اگر مجرم بچ جائے تو وکیل کو ایک لاکھ روپیہ مل جائے گا اور اگر نہ بچ سکا تو کچھ نہ ملے گا اور صحیح صورت حال سے وکیل صاحب کو مطلع کر دیا گیا۔

اب وکیل نے اس زانی نوجوان کو یہ سبق سکھلایا کہ جب جج کے سامنے تمہاری پیشی ہو اور وہ تم سے کوئی سوال کرے تو تم نے بولنا نہیں۔ بلکہ ایسے اونہہ اونہہ کرتے رہنا جیسے گونگے بہرے لوگ کرتے ہیں پھر میں جانوں میرا کام۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جج نے ایک سوال کیا، تو اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ دوسرے سوال پر بھی مجرم اونہہ، اونہہ کرنے اور جج کو دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ پھر تیسرے سوال پر یہی کچھ ہوا۔ تو وکیل صاحب جج سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ معاملہ دراصل یہ ہوا کہ جب زنا کی یہ واردات ہوئی، تو لڑکی اتنے زور سے چیخی تھی کہ اس نوجوان کے کانوں کے پردے پھٹ گئے اور وہ بہرہ ہو گیا ہے۔

یہ سن کر لڑکی فوراً بول اٹھی کہ: ''میں تو نہیں چیخی تھی۔''

یہ سنتے ہی وکیل جج سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ مائی لارڈ پوائنٹ نوٹ کریں کہ لڑکی نے اعتراف کر لیا ہے کہ وہ چیخی نہیں تھی اور جب لڑکی اس واردات میں چیخی نہیں تو یہ زنا بالجبر کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ معاملہ ان کی باہمی رضامندی سے ہوا تھا۔ وکیل صاحب مقدمہ جیت گئے اور اپنی فیس بھی حلال کر لی۔ لیکن انسانی ضمیر سے پوچھئے کہ کیا یہ فیس حلال تھی؟ ایسی فیس مطلقاً حرام اور گندہ ترین رزق ہے، جو انصاف کا خون کر کے دیدہ دانستہ ایک مجرم کی اعانت کے صلہ میں حاصل کیا

گیا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدہ:۲)

''گناہ اور زیادتی کے کاموں پر ایک دوسرے کی اعانت نہ کرو۔''

یہ ٹھیک ہے کہ قانون میں یہ گنجائش ہے کہ شک کا فائدہ ملزم کو پہنچے۔ لیکن ان لوگوں کا کمال یہ ہوتا ہے کہ دیدہ دانستہ حقائق میں پہلے شک کی راہیں تلاش کرتے ہیں اور پھر اس کا فائدہ ملزم کو پہنچا کر اپنی کمائی کو حرام بنا لیتے ہیں۔ بدقسمتی یہ ہے کہ جب تک ہمارے وکیل حضرات یہ فن نہ سیکھیں، وہ ترقی کر ہی نہیں سکتے ......مقدمہ میں ہر ایک فریق کا وکیل بہر حال اسی کوشش میں لگا ہوتا ہے کہ کس طرح وہ مظلوم پر مزید ظلم کرے اور معاشرہ میں جرائم کے اضافہ کا سبب بنے۔

یہ مسئلہ علماء اور وکلاء تک ہی محدود نہیں، بلکہ ہر پیشہ میں اپنے کام کا چور ہوتا ہے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کا خوف اس کے دل میں جاگزین ہو تو وکیل منشی، کلرک، انکم ٹیکس والے اور ایکسائز والے کبھی ظلم نہ کریں۔

دانائے سبل ختم الرسل ﷺ نے فرمایا کہ ساری دانائیوں میں بڑی دانائی......اللہ کا خوف ہے۔

بہترین کمائی کونسی ہے؟

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ مَعْدِیْ کَرِبَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا اَکَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَیْرًا مِّنْ اَنْ یَّاْکُلَ مِنْ عَمَلِ یَدَیْهِ وَاِنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ دَاوٗدَ عَلَیْهِ السَّلَامُ کَانَ یَاْکُلُ مِنْ عَمَلِ یَدَیْهِ۔ (بیهقی فی شعب الایمان)

''کسی شخص کیلئے بہترین کھانا جو وہ کھاتا ہے، وہ ہے جو اس نے اپنے ہاتھ سے کمایا ہو، بے شک اللہ کے نبی حضرت داوٗد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی کمائی سے کھاتے تھے۔''

ہاتھ کی کمائی سے مراد دست کاری ہے۔ داوٗد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے لوہے کی زرہیں بناتے اور بازار میں فروخت کیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کونسا کام سب سے پاکیزہ ہے؟ فرمایا:

عَمَلُ الرَّجُلِ بِیَدِهٖ وَکُلُّ بَیْعٍ مَّبْرُوْرٍ۔ (مسند احمد)

''جو کام آدمی اپنے ہاتھ سے کرے اور وہ تجارت جو صاف ہو۔''

ترکھان، مستری، انجینئر ہر وہ شخص جو ہاتھوں سے اپنا رزق کماتا ہے، فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق اس کی کمائی بہترین ہے۔ لیکن بدقسمتی سے معاشرہ میں نیک نیت کاریگروں کا فقدان ہے۔ دنیا کے لالچ نے اندھا کر دیا ہے۔ انسانی قدریں ختم ہو رہی ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے، جو

زنا، ریشم، شراب اور آلات موسیقی کے کوئی اور نام رکھ کر انہیں جائز قرار دے لیں گے۔ (بخاری، کتاب الاشربۃ)

آج زنا کا نام آشنائی یا دوستی، ریشم کا نام بوسکی، شراب کا نام بیئر اور الکحل اور موسیقاروں اور گویوں کا نام آرٹسٹ اور فن کار رکھ دیا گیا ہے۔

اللہ کریم ہمیں توفیق دے کہ ہم ہر اس کام کو خیر باد کہہ دیں جو ہمارے دین نے ناپسند کیا ہے۔

۞۞۞

سود کتنا بڑا جرم ہے......؟

''اللہ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، گواہوں اور لکھنے والے پر لعنت کی ہے۔'' (ترمذی)

''سود کا ایک درہم جو جان بوجھ کر کھایا جائے، وہ چھتیس بار زنا سے زیادہ (بھاری) ہے۔'' (مسند احمد)

''سود کے تہتر درجے ہیں، ان کا معمولی یہ ہے کہ انسان اپنی ماں سے نکاح کرے اور سب سے بڑا سود مسلمان کی عزت تباہ کرنا ہے۔'' (حاکم)

قمار بازی......جوأ

جوأ بہت بڑا جرم ہے اور جواری کو معاشرہ ہمیشہ بری نظر سے دیکھتا ہے۔
ہمارے ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان میں بھی جوئے خانے موجود ہیں اور افسوس کہ وہ پولیس کی ملی بھگت سے یہ دھندا کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے جوئے کو بڑے بڑے خوشنما ناموں سے رواج دیا گیا ہے اور یہ شیطانی کھیل مسلسل کھیلا جارہا ہے۔ جوئے کی ایک عام قسم جسے نہ معاشرہ معیوب سمجھتا ہے اور نہ قانون کی نظروں میں یہ کوئی جرم ہے، وہ یہ ہے کہ لاٹری باز علی الاعلان اس کی اشتہار بازی کرتے ہیں کہ فلاں تاریخ کو دس بجے فلاں مقام پر قرعہ اندازی ہوگی۔ پہلا انعام ایک لاکھ، دوسرا انعام پچاس ہزار اور تیسرا انعام پچیس ہزار، آپ بھی اپنی قسمت آزمایئے۔ شاید یہ انعام آپ ہی کی قسمت میں ہو۔ ٹکٹ صرف دو روپے دو روپے، دو روپے......... جلدی کیجئے ورنہ یہ موقع ہاتھ میں نہیں آئے گا۔'' وغیرہ وغیرہ

اب یہ تو واضح بات ہے کہ کوئی شخص ایسا کاروبار نہیں کرتا، جس میں اسے پلے سے کچھ ڈالنا پڑے۔ لوگوں سے رقوم بٹورتے ہیں۔ کچھ رقم انعامات کی شکل میں چند لوگوں کو لوٹا دیتے ہیں۔ باقی خود ہضم کر جاتے ہیں۔ اگر مقررہ تاریخ پر جمع شدہ رقم میں انہیں فائدہ نظر نہ آئے تو تاریخ بڑھا دیتے ہیں۔ یا قرعہ اندازی میں ایسا چکر چلائیں گے کہ انعام اپنے ہی کسی آدمی کے نام نکل آئے۔ یہ کاروبار بھی جوئے کی تعریف میں آتا ہے، کیونکہ ایک کثیر رقم آسانی سے ہاتھ آجاتی ہے۔

انعامی پرچی یا ریفل ٹکٹ

یہ بھی لاٹری ہی کی ایک قسم ہے جو کئی اداروں کی طرف سے حکومتی سطح پر چلائی

جاتی ہے۔ علماء کرام نے اس سکیم کے خلاف بھرپور احتجاج بھی کیا۔ جو بے سود ثابت ہوا۔ اس سکیم کے ذریعے لوگوں کو جوئے کی لعنت میں ملوث کیا جاتا ہے۔ لالچ دے کر پیسے بٹورنے کا کاروبار ہے جسے ریفل ٹکٹ کا نام دے دیا گیا اور ساتھ یہ احساس دلایا جا رہا ہے کہ یہ رقم کسی کار خیر میں صرف ہوگی...... حرام کو حلال ثابت کرنے کی راہ نکالنا ہلاکت ہے۔ اس قسم کی تمام انعامی سکیموں کے بارے میں اسلامی نظریاتی کونسل کی رائے حسب ذیل ہے:

''اس وقت ملک میں لاٹری کی جتنی بھی قسمیں ہیں، وہ سب کی سب قرآنی اصطلاح ''میسر'' اور حدیث کے لفظ ''قمار'' کی صورتیں ہیں میسر اور قمار قطعاً حرام ہے، اس لیے اس کو قانونی طور پر روک دینا جوئے کی دوسری صورتوں کی طرح ضروری ہے۔ یہ قطعاً ایک منکر ہے اور نہی عن المنکر حکومت کی ذمہ داری ہے نیز اس طرح قوم میں ایک نہایت غلیظ ذہنیت پرورش پا رہی ہے، محنت، مشقت اور خداداد قوتوں سے کام لے کر کمانے کی بجائے محض ''قسمت کے کھیل'' پر اعتماد کیا جا رہا ہے، رفاہی اداروں اور مریضوں کی مالی اعانت ایک مسلمان کو محض رضائے الٰہی اور ثواب آخرت کے لیے کرنا چاہیئے اور مادی انعام کے لالچ میں ایسے اداروں کو بھی کچھ دینا اور ٹکٹ خریدنا ہرگز رضائے الٰہی کا ذریعہ نہیں بنتا۔ موجودہ طریق کار کے ذریعہ مسلمانوں سے حصول ثواب آخرت اور رضائے الٰہی کا جذبہ ختم کیا جا رہا ہے، جو ایک روحانی ضیاع ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر کونسل سفارش کرتی ہے کہ لاٹریوں کا کاروبار مطلقاً ممنوع قرار دیا جائے۔''

(سالانہ رپورٹ: ۸۴۔۱۹۸۳ء ص ۱۶۹)

علم نجوم......فال گیری......پامسٹری

فال کے تمام طریقے جن کے ذریعہ یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ آئندہ کے حالات فال لینے والے کے حق میں مفید ہیں یا مضر...... اسے قرآن کی زبان میں ''ازلام'' کہا جاتا ہے جسے اللہ نے حرام قرار دیا۔

انسان طبعاً اپنے متعلق آئندہ کے حالات جاننے کے لئے حریص واقع ہوا ہے۔غیب جاننے سے متعلق کیا اغراض وابستہ ہوسکتی ہیں؟ اس کی وضاحت بھی خود قرآن کریم نے کردی۔اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے فرماتے ہیں کہ آپ لوگوں سے کہہ دیجئے۔

لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ

''اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے فائدے جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف بھی نہ پہنچتی۔'' (الاعراف:۱۸۷)

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

1. غیب کے حالات اللہ کے رسول ﷺ بھی نہیں جانتے تھے اور یہ کہ جس قدر غیب کی باتیں اللہ چاہتا کسی رسول کو بذریعہ وحی بتلا دیتا ہے۔
2. اور دوسرے یہ کہ غیب کے حالات جاننے کے دو فائدے ہیں ایک یہ کہ اس سے انسان اپنے لیے فائدے جمع کرسکتا ہے اور دوسرے یہ کہ وہ نقصانات سے بچ سکتا ہے یا ان سے بچنے کی تدابیر اختیار کرسکتا ہے۔

① فال گیری:

جلب منفعت اور دفع مضرت ہی ایسی اغراض ہیں، جن کیلئے انسان ہر طرح کے جرائم کرتا اور جائز و ناجائز ذرائع اختیار کرتا ہے۔حتیٰ کہ شرک بھی اسی لئے

کرتا ہے۔ فال نکالنا بھی ایسا ہی ذریعہ ہے جسے قرآن نے رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ (المائدہ: ۹) کہہ کر حرام قرار دے دیا۔

طوطے سے کارڈ اٹھوا کر پڑھنے کا فضول کام بھی اسی ضمن میں آتا ہے۔

② علم نجوم:

اس ذریعہ کے علاوہ غیب کے حالات معلوم کرنے کے لئے عرب میں مزید دو طریقے مروج تھے۔ ایک یہ تھا کہ لوگ ستاروں کی گردش سے آئندہ کے حالات معلوم کرتے اور انسانی زندگی پر ان کی گردش کے اثرات کو تسلیم کرتے تھے اور یہ ایسا پرانا طریقہ تھا، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے بھی پہلے سے چلا آ رہا تھا۔ چنانچہ ٦ ھ میں (صلح حدیبیہ کے سال) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر چودہ سو صحابہ سمیت پڑاؤ ڈالا تو ایک رات بارش ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا: جس نے یہ سمجھا کہ بارش اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی مہربانی سے ہوئی وہ مجھ پر ایمان رکھتا ہے اور ستاروں کا منکر ہے اور جس نے یوں کہا کہ فلاں ستارے کے فلاں برج اور فلاں بچھتر میں داخل ہونے سے یہ بارش ہوئی، اس کا ایمان ستاروں پر ہے اور اس نے میرے ساتھ کفر کیا۔ (بخاری)

اسی کا نام نجوم پرستی ہے لیکن بدقسمتی سے آج ہمارے ہر شہر بلکہ ہر بازار میں دو چار علم نجوم اور جادو کی کاٹ کے ماہر جادوگر بیٹھے ستارہ پرستی کے ذریعے ہمارے ایمان برباد کر رہے ہیں۔ جن سے حضرت ابراہیمؑ نے اس قسم کے شرک کے خلاف مسلسل جہاد فرمایا تھا۔

③ کہانت:

عرب میں تیسرا مروج طریقہ کہانت تھا۔ کاہن حضرات لوگوں کو غیب کی

خبریں بتلایا کرتے اور معاشرہ کے معتبر اور معزز افراد شمار ہوتے تھے۔ اس غرض کے لئے بڑے بڑے لوگ دور دور سے ان کے آستانوں پر آتے اور گراں قدر نذرانے پیش کرتے تھے۔ ایسا عقیدہ اللہ پر توکل اور ایمان کے منافی ہے۔ لہٰذا اس پیشہ اور اس سے حاصل ہونے والی کمائی کو رسول ﷺ نے حرام قرار دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

1. مَنْ اَتٰی عَرَّافًا فَسَأَلَہٗ عَنْ شَیْءٍ لَا یُقْبَلُ لَہٗ صَلٰوۃُ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا۔ (بخاری)

''جو کوئی غیب کی خبریں بتانے والے کے پاس جائے اور اس سے پوچھے، اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہوتی۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام شعبدہ بازوں سے محفوظ رکھے۔ نیز اللہ کریم ان نجومیوں، غیب دانوں کو بھی قیامت کے دن سے خوف نصیب فرمائے تاکہ وہ یہ کام چھوڑ کر کسی پاکیزہ رزق سے منسلک ہو جائیں...... زندگی تو گزر ہی جائے گی۔

اس عارضی اور چند روزہ زندگی کے لئے عاقبت کی مستقل زندگی کو برباد کرنا یقیناً نقصان کا باعث ہے۔

سٹہ بازی

ایک بڑی لعنت جس سے مصنوعی گرانی پیدا کر کے لوگوں کا استحصال کیا جاتا ہے، سٹہ بازی ہے۔ آج کل تجارتی حلقوں میں سٹہ بازی بکثرت رواج پکڑ چکی ہے۔ سٹہ باز عموماً بڑے بڑے سیٹھ اور تاجر قسم کے لوگ ہوتے ہیں، جو اپنے دفتروں میں بیٹھ کر ٹیلیفون کے ذریعہ ہی یہ کاروبار چلاتے ہیں۔ سٹہ باز کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی ایسی جنس یا چیز کا انتخاب کرتا ہے، جس کی ملک میں قلت ہو یا اس کے نایاب ہو جانے کا امکان ہو۔ مثلاً ایک صاحب یہ اندازہ لگاتے ہیں کہ آج کل سوڈا کاسٹک کا بھاؤ (۳۰۰) روپے فی من ہے اور تین ماہ تک اس کا بھاؤ (۳۲۰) روپے من ہو جائے گا۔ وہ کسی مل یا فیکٹری کے مالک کو ٹیلیفون کرتا ہے کہ مجھے تین ماہ تک ایک ہزار من سوڈا کاسٹک درکار ہے۔ بتلاؤ کس بھاؤ پر مہیا کر سکتے ہو۔ فیکٹری کا مالک اتنے تھوک کے سودے کو موجودہ نرخ پر مہیا کر دینا بھی بہت غنیمت سمجھتا ہے۔ تاہم موجودہ ریٹ سے بھی کم پر عموماً سودا ہو جاتا ہے۔ فرض کر لیجئے کہ (۲۹۰) روپے فی من پر ایک ہزار من کا سودا تین ماہ کی مدت تک طے پا گیا۔ خریدار پندرہ یا بیس فیصد کے لگ بھگ رقم بطور بیعانہ فوری طور پر ادا کر دیتا ہے۔ یا جتنی رقم ان میں باہمی سمجھوتہ سے طے پا جائے۔ معاملہ طے پانے کے بعد فروخت کار کی ذمہ داری ہے کہ وہ پورا مال تیار کر کے یا بازار سے اکٹھا کر کے خریدار کو دے۔

اب ہوتا یہ ہے کہ دوسرے ضرورت مند لوگ اور دکاندار بھی اس فیکٹری کے مالک سے اس چیز کا مطالبہ کرتے ہیں، لیکن وہ بیچ نہیں سکتا، اسے تو یہ فکر ہوتی ہے

کہ اپنا آرڈر وقت پر بھگتائے۔ یوں قلت کے باعث بھاؤ بڑھ جاتا ہے۔ مثلاً (۳۲۰) روپے فی من ہو جاتا ہے تو فروخت کنندہ خریدار سے خود کہنے لگتا ہے کہ اپنا سودا چھوڑ دو اور (۳۰) روپے فی من مجھ سے منافع لے لو لیکن سیٹھ صاحب یہ جواب دیتے ہیں کہ میں تو اپنا مال (۴۰۰) روپے سے کم پر ہرگز فروخت کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ اسی سودا بازی میں کچھ اور مدت گذر جاتی ہے۔

اگر چیز فی الواقع نایاب ہو جانے کا امکان نظر آ رہا ہو تو سیٹھ صاحب کبھی سودا واپس نہیں موڑیں گے اور زیادہ سے زیادہ منافع سمیٹنے کی بابت سوچیں گے اور لوگوں کی ضرورتوں اور مجبوریوں سے جس قدر زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکتے ہوں اٹھائیں گے۔

اب دیکھئے سیٹھ صاحب کو خود سوڈا کاسٹک کی کوئی ضرورت نہیں۔ مزید یہ کہ سوڈا کاسٹک کی پیداوار میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ انہوں نے فقط یہ کام کیا ہے کہ اس پیداوار کو سٹہ بازی کے ذریعے بازار میں آنے سے روک کر مصنوعی قلت پیدا کر دی۔ اس سیٹھ کو چیز کی ضرورت نہیں تھی بلکہ اس کی غرض تو لوگوں کی ضروتوں اور مجبوریوں کو خریدنا تھا تا کہ وہ زیادہ قیمت ادا کریں، جس سے سیٹھ اپنے شکم کو آتش دوزخ سے بھر سکے۔ عارضی فائدہ کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کا نقصان کرنے والے کتنے خسارے میں رہیں گے۔

مارکیٹ میں کاروں کی خریداری کے وقت ''LOAN'' کی ادائیگی اس کی ایک اور مثال ہے۔

بیمہ پالیسی

موجودہ زمانہ کی لعنتوں میں ایک لعنت بیمہ بھی ہے، جو پورے معاشرہ کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے بیمہ کی ابتدا خالص انسانی ہمدردی کے جذبے سے ہوئی تھی۔ تقریباً ۱۴۰۰ء میں اٹلی کے تاجروں میں سے ایک تاجر کا جہاز سمندر میں غرق ہو گیا اور وہ انتہائی تنگ دست ہو گیا، دوسرے تاجروں نے اس کے ساتھ تعاون کیا اور اس کے لئے کچھ رقم اکٹھی کر کے اسے اس قابل بنا دیا کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے۔

ایسے حادثات کا آئندہ بھی امکان تھا لہٰذا ان تاجروں نے آپس میں ایک تجویز منظور کی کہ آئندہ تمام تاجر ہر ماہ یا ہر سال جیسی بھی صورت ہو ایک معیّن رقم ادا کر دیا کریں تا کہ اس فنڈ سے اس قسم کے حوادث و خطرات کے نقصان کا کسی حد تک تدارک کیا جا سکے۔

آہستہ آہستہ امداد باہمی کا یہ ادارہ کاروباری شکل اختیار کرنے لگا اور ایسے ادارے کا نام انشورنس کمپنی (Insurence Company) تجویز ہوا۔ انشورنس ''یقین دہانی'' کو کہتے ہیں۔ بیمہ اسی انگریزی لفظ ''انشورنس'' کا ترجمہ ہے۔ گویا بیمہ کمپنی ایک ایسا ادارہ ہے، جو آفات و حوادث کے وقت نقصان کی تلافی کی یقین دہانی کراتا ہے۔ ابتداءً املاک (مثلاً بس، ٹرک، جہاز، عمارات) کا بیمہ شروع ہوا۔ بعد ازاں انسانی زندگی کا بھی بیمہ ہونے لگا۔ آج کل اس کا دائرہ کار بہت وسیع ہو چکا ہے انسان کے ایک ایک عضو کا بیمہ، جانوروں کا بیمہ اور بعض ذمہ داریوں مثلاً بچوں کی تعلیم اور شادی وغیرہ کا بھی بیمہ کیا جاتا ہے۔

بیمہ کے کاروبار کو بیشتر ممالک میں حکومت کی سرپرستی حاصل ہے اور بعض

اوقات مجبوراً زندگی اور املاک کا بیمہ کرانا پڑتا ہے۔ ۱۹۷۲ء سے پہلے ہمارے ملک میں کمپنیاں نجی طور پر بیمے کا کاروبار کرتی تھیں اور ملک کے طول وعرض میں بے شمار کمپنیاں ایسی خدمات سرانجام دیتی تھیں لیکن ۱۹۷۲ء میں حکومت نے ان کو اپنی تحویل میں لے لیا اور سب کمپنیوں کو مدغم کر کے سٹیٹ لائف انشورنس کے نام سے اس کاروبار کو مزید فروغ بخشا۔ آج کل ہر سرکاری و نیم سرکاری ملازم، نیز ہر صنعتی اور تجارتی ادارے کے ملازم کا بیمہ لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اس کی موت یا حادثے کی صورت میں مقررہ رقم اس کے ورثاء کو مل جاتی ہے، جو حکومت یا متعلقہ ادارہ ادا کرتا ہے۔

بیمہ کی شرعی حیثیت:

بیمہ مطلقاً ناجائز اور حرام ہے خواہ زندگی کا ہو یا مکان اور گاڑیوں وغیرہ کا، کیونکہ یہ جوئے اور سود کا مرکب ہے۔

(1)...... یہ اپنی اصل وضع میں جوئے (میسر) اور سود (ربا) کا مرکب ہے اسلام میں جواء اور سود دونوں حرام ہیں۔

(2)...... بیمہ سے وراثت کا شرعی نظام ختم ہو کر رہ جاتا ہے کیونکہ بیمہ کی رقم، بیمہ دار کے مرنے کے بعد اس کے نامزد کردہ شخص کو دی جاتی ہے، جو قرآن وسنت کے نظام کو درہم برہم کرنے والی ہے۔

(3)...... جائز اور شرعی اسباب بروئے کار لانے کے بعد مستقبل میں پیش آنے والے حوادث اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا عقیدہ تقدیر کا تقاضا ہے، جب کہ بیمہ اس سے فرار ہے۔ علاوہ ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ نے ایسے ناجائز تحفظات کا انتظام نہیں کیا، تو آج کے مسلمانوں کو اس کی کیا ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔

انعامی بانڈز

آج عوام میں انعامی بانڈز کا خوب چرچا ہے اور ان پر ملنے والے انعامات کا بھی۔ یہ دراصل سود اور قمار کی مرکب شکل ہے اور یہ کاروبار حکومتی سطح پر کیا جاتا ہے۔ حکومت کو جب سرمایہ کی ضرورت پیش آتی ہے، تو وہ اس ذریعہ سے سود کا نام لئے بغیر عوام سے روپیہ حاصل کرتی ہے۔ آج کل حکومت اسلامی جمہوریہ پاکستان نے ۵۰ روپے، ۱۰۰ روپے، ۵۰۰ روپے اور ۱۰۰۰ روپے کے بانڈز (سرکاری تمسکات) چھاپ رکھے ہیں، جو کسی بھی وقت ہر بنک سے کیش کرائے جاسکتے ہیں۔ ان پر نمبر اسی طریق پر طبع کئے جاتے ہیں، جیسا کہ کرنسی نوٹوں پر ہوتے ہیں۔ مختلف مالیت کے بانڈز کی فروخت کے اور قرعہ اندازی کے لئے مختلف مہینے مخصوص ہیں۔ مثال کے طور پر جنوری میں ۵۰ روپے کے بانڈز فروخت ہوتے رہے ہیں، تو فروری میں ۱۰۰ روپے والے بانڈز فروخت ہوں گے اور مارچ میں 500 روپے والے۔ قرعہ اندازی میں آنے والے نمبروں کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح باری باری ہر مالیت کے بانڈز کی قرعہ اندازی ہوتی رہتی ہے۔ جو نمبر قرعہ اندازی میں آتے ہیں، وہ جس کے پاس ہوں وہ دکھلا کر سٹیٹ بنک آف پاکستان یا قومی بچت کے نزدیکی مرکز سے اعلان شدہ انعام حاصل کر لیتا ہے۔

یہ کاروبار چونکہ حکومت خود چلا رہی ہے۔ لہٰذا اسے خاصا فروغ حاصل ہوا ہے۔ جو انعامات تقسیم ہوتے ہیں وہ دراصل اس جمع شدہ رقم کا سود ہوتا ہے۔ جو سب حق داروں میں یکساں تقسیم کرنے کے بجائے بذریعہ قرعہ اندازی چند افراد کو دے دیا جاتا ہے۔ اس کاروبار میں اس ناپاک اور حرام چیز ''سود'' کا نام ''انعام'' رکھ دیا گیا ہے اور قرعہ اندازی سے یہ انعام کسی کو عطا کرنا ہی ''جواء'' ہے اور یہی کچھ لاٹری میں ہوتا ہے۔

نیلامی

نیلام یا بذریعہ بولی اپنی چیز کی زیادہ سے زیادہ قیمت وصول کرنا بیع کی ایک شکل ہے اور کاروبار کی یہ صورت جائز ہے۔ بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی بار اشیاء نیلام فرمائیں:

عَنْ انَسٍ رضی اللہ عنہ ﴿اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَاعَ حِلْسًا وَقَدَحًا فَقَالَ مَنْ يَشْتَرِىْ هٰذَا الْحِلْسَ وَالْقَدَحَ؟ فَقَالَ رَجُلٌ، اٰخُذُهُمَا بِدِرْهَمٍ، فَقَالَ النَّبِىُّ ﷺ مَنْ يَزِيْدُ عَلٰى دِرْهَمٍ فَاَعْطَاهُ رَجُلٌ دِرْهَمَيْنِ فَبَاعَهُمَا مِنْهُ﴾ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ٹاٹ اور ایک پیالہ بیچنا چاہا، فرمایا کوئی شخص یہ ٹاٹ اور پیالہ خریدتا ہے؟ ایک شخص نے کہا میں یہ دونوں چیزیں ایک درہم میں لیتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی ایک درہم سے زیادہ دیتا ہے۔ تو کسی نے ان دونوں چیزوں کے دو درہم دیئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بیچ دیا۔''

ایک دفعہ ایک سائل سوال کرنے لگا تو اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا۔ تمہارے پاس گھر میں کچھ ہے بھی! کہنے لگا۔ ہاں! ایک چادر ہے اور ایک رسی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' یہ دونوں چیزیں لے آؤ۔

جب وہ شخص لے آیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی نیلامی شروع کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چیزیں دکھا کر صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھنے لگے۔ ان کا کیا دو گے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں ایک درہم سے خریدتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''کوئی اور بولے'' پھر ایک صحابی اسے دو درہم میں لینے پر آمادہ ہو گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ اشیاء

دو درہم کے عوض اس کو دے دیں۔

اس رقم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کے لئے کلہاڑے کا پھل اور دستہ خریدا۔ خود اپنے مبارک ہاتھوں سے کلہاڑا جوڑ کر سائل کے حوالے کیا اور فرمایا جنگل سے لکڑیاں لاکر بازار میں فروخت کر دیا کرو اور سوال کرنے سے پرہیز کرو۔ سائل کلہاڑا لے کر اس کام پر چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے کام میں اتنی برکت دی کہ وہ چند ہی دنوں میں خوشحال ہو گیا۔

نیلامی کے باب میں ایک بات ہمیشہ پیش نظر رکھیں کہ مال کے عیب کو چھپانا یا عارضی مرمت / پالش سے گاہک کو دھوکہ دینا حرام ہے۔ مال کا درست اور مکمل تعارف اولین شرط ہے۔

مال میں برکت اور حفاظت کی دعا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے کو مال اور اولاد کی نعمت عطا فرمائے اور وہ یہ دعا پڑھے:

مَاشَآءَ اللّٰهُ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (نزل الابرار)

”جو چاہے اللہ، نہیں ہے قوت (نیکی کی) مگر اللہ کی توفیق کے ساتھ۔“

تو اس نعمت میں موت کے سوا کوئی کمی نہیں دیکھے گا۔ (ان شاء اللہ)

واحد کلام

عام طور پر دوکان دار دوگنی قیمت بتلا دیتے ہیں۔ مثلاً ایک چیز کی لاگت سو روپیہ ہے تو دوکاندار گاہک کو اس کی قیمت دوسو روپے بتلا دے گا۔ اب سودے بازی کی نوبت آتی ہے تو کسی گاہک کو دوکاندار ایک سو اسی میں پھانس لے گا۔ جو جھگڑا کرنے والا ہوگا وہ ڈیڑھ سو روپے میں سودا چکائے گا۔ اور جو زیادہ جھگڑا کرے گا اسے وہی چیز ۱۳۰ روپے میں دے دے گا۔ اور جو گاہک اس کی قیمت ۱۱۰ لگائے گا۔ تو دوکاندار دینے سے انکار کردے گا۔ اور جب گاہک چلا جائے تو دوکاندار پیچھے سے آواز دے کر بلالے گا اور کہے گا۔ کہ اتنے میں یہ چیز مجھے گھر میں بھی نہیں پڑتی کچھ تو زیادہ کرو۔ بالآخر دوکاندار ۱۱۰ میں ہی مال چکادے گا۔ شاپنگ کرنے والی عورتوں سے تو عموماً دکاندار ایسا ہی رویہ اختیار کرتے ہیں۔ ایسی سودے بازی میں بہت سی قباحتیں ہیں، اس لئے شریعت مطہرہ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

حضرت قیلہ ام بنی انمار کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی آپ ﷺ اس وقت عمرہ کر رہے تھے اور مروہ پہاڑی کے پاس تھے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں خرید فروخت کیا کرتی ہوں اور یوں کرتی ہوں کہ مجھے جتنے میں کوئی چیز خریدنا مقصود ہوتی ہے اس سے کم دام لگاتی ہوں پھر دام بڑھاتے بڑھاتے اس قیمت پر آجاتی ہوں جو میرا مقصود ہوتا ہے، اسی طرح جب کوئی چیز بیچتی ہوں تو جتنے کا بیچنا مقصود ہوتا ہے، اس سے زیادہ دام کہتی ہوں۔ پھر کم کرتے کرتے اپنے مقصود پر آجاتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ قیلہ! اس طرح نہ کرو، جب تم کوئی چیز خریدنا چاہو تو اس کی وہی قیمت لگاؤ، جس کے ساتھ تم اسے خریدنا چاہتی ہو خواہ اس قیمت پر وہ تمہیں دے دی جائے یا نہ دی جائے اور جب تم کسی چیز کو بیچنا چاہو تو اس کی وہی قیمت بتاؤ جس پر تم اسے بیچنا چاہتی ہو خواہ تمہیں وہ قیمت دی جائے یا نہ دی جائے (سنن ابن ماجہ، ابواب التجارت، باب السوم، حدیث:۲۲۰۴)

چوری کے مال کی بیع

مسروقہ مال کی خرید وفروخت قطعاً حرام ہے۔ارشاد نبوی ﷺ ہے:

﴿مَنْ وَجَدَ عَيْنَ مَالِهِ عِنْدَ رَجُلٍ فَهُوَ اَحَقُّ بِهِ وَيَتَّبِعُ الْبَيِّعُ مَنْ بَاعَهُ﴾ (نسائی،ابوداؤد)

''جس شخص نے اپنا مال بعینہ کسی دوسرے آدمی کے پاس پالیا تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہے اور مسروقہ مال خریدنے والا اس شخص کو ڈھونڈے جس نے اس کے پاس یہ مال بیچا تھا۔''

جو دوکاندار مسروقہ مال اونے پونے میں خرید لیتے ہیں اور انہیں اصل حقیقت کا علم ہوتا ہے، شرعی نقطہ نظر سے ارتکاب گناہ کے علاوہ رقم ادا کرنے کے باوجود ان کا اس مال پر کچھ حق نہیں ہوتا۔اگر صاحب مال کو معلوم ہوجائے کہ اس کا مال فلاں شخص کے پاس موجود ہے تو وہ بے روک ٹوک لے سکتا ہے۔رہی مشتری دکاندار کی رقم جو وہ چور کو ادا کر چکا ہے، تو اس کی یہی سزا ہے کہ وہ چور کو تلاش کر کے اس سے اپنی رقم واپس لے، ورنہ اس کی رقم ضائع ہوگئی۔

چوری شدہ مال خریدنا دراصل اللہ تعالیٰ کے اس حکم لَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ کی صریح خلاف ورزی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنِ اشْتَرٰى سَرِقَةً وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهَا سَرِقَةٌ فَقَدِ اشْتَرَكَ فِي اِثْمِهَا وَ عَارِهَا﴾ (بیھقی)

''جس نے چوری کا مال خریدا اور وہ جانتا تھا کہ وہ چوری کا مال ہے وہ چوری کے گناہ اور اس عار میں برابر کا شریک ہے۔''

سودا واپس کر لینے کا اجر

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ اَقَالَ مُسْلِمًا اَقَالَهُ اللّٰهُ عَثْرَتَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ (ابوداؤد، ابن ماجه)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو خریدار کسی مسلمان کا سودا واپس کرلے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہ کو معاف فرمادے گا۔''

یعنی سودا مکمل ہوجانے کے بعد پھر مشتری کی خواہش پر سودا واپس لے کر اس کی قیمت اسے واپس لوٹا دینے سے۔ اللہ اس کے گناہ معاف فرمادے گا۔

اور ہمارے ہاں اکثر دکانوں پر لکھا ہوتا ہے کہ ''خریدا ہوا مال واپس نہ ہوگا۔'' اس واپس نہ کرنے میں جو کچھ مضمر ہے، اس سے سب آگاہ ہیں۔

ذیل کی حدیث میں اس کی صراحت بھی موجود ہے:

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم۔ قَالَ اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَالَمْ یَتَفَرَّقَا اِلَّا اَنْ یَّكُوْنَ صفقَةَ خِیَارٍ وَّلَا یَحِلُّ لَهٗ اَنْ یُّفَارِقَ صَاحِبَهٗ خَشْیَةَ اَنْ یَّسْتَقِیْلَهٗ۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

''بائع اور مشتری جب تک جدا نہ ہوں سودے کے متعلق مختار ہیں۔ علاوہ یہ کہ اختیار کی شرط بھی کرلی جائے اور دونوں میں سے کسی کے لئے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ اس خوف سے جلد جدا ہونے کی کوشش کرے کہ کہیں سودا واپس نہ ہوجائے۔''

قبضہ گروپ

دوسرے کی زمین پر قبضہ کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

① ﴿مَنْ ظَلَمَ قَدْرَ شِبْرٍ مِّنَ الْاَرضِ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ اَرْضِيْنَ﴾ (بخاری، کتاب المظالم)

''جو شخص کسی کی بالشت بھر زمین ظلم سے لے لے گا، اس کو سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔''

② ﴿مَنْ اَخَذَ مِنَ الْاَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهٖ خُسِفَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلٰى سَبْعِ اَرْضِيْنَ﴾ (بخاری، کتاب المظالم)

''جو شخص کسی کی ذرہ سی زمین بھی ناحق لے لے، وہ قیامت کے دن سات زمینوں میں دھنسایا جائے گا۔''

ان احادیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اسلام زمین کے حق ملکیت کو تسلیم کرتا ہے جب کہ آج مسلمانوں سے کچھ لوگ ہیں، جو کمیونزم سے متاثر ہیں، اور زمین کے حق ملکیت کے قائل نہیں ہیں۔

زمین پر قبضہ کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً ایک یہ ہے کہ (ل) نے مکان بنانے کے لئے زمین کا ٹکڑا یا پلاٹ خریدا۔ مگر مالی کمزوری کی وجہ سے کچھ عرصہ اس پر قبضہ نہ کر سکا اور (ب) نے اس کی زمین پر قبضہ کر لیا۔ اس کی رجسٹری بھی کروا لی یا مکان بھی تعمیر کر لیا۔ غصب کی ایسی صورتیں آج کل عام ہیں، بلکہ بدکردار لوگوں نے اسے آج کل پیشہ بنا رکھا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ب، ل سے طاقتور ہے اور وہ اس سے زمین یا مکان وغیرہ خریدنا چاہتا ہے اور قیمت بھی موجودہ نرخ پر دینے کو تیار ہے۔ مگر ل وہ جگہ دینے پر رضامند نہیں اور ب اپنے اثر و رسوخ سے وہ جگہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔

ایسی بیع بھی ناجائز ہے کیونکہ یہ قرآن کے اصول عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ کی صریح خلاف ورزی ہے۔

اس کی مثال دور فاروقی کا ایک واقعہ ہے۔ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی توسیع کے لئے حضرت عباس رضی اللہ عنہا کا مکان خریدنا چاہا، جو مسجد کے ساتھ اور توسیع میں رکاوٹ بنا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جائز قیمت لے کر مکان دے دیں۔ لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس بات پر رضا مند نہ ہوئے اور تنازعہ کی شکل پیدا ہوگئی۔ آخر فریقین نے جن میں ایک طرف حکومت تھی اور دوسری طرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو اپنا حکم (ثالث یا جج) منظور کرلیا اور حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے مقدمہ سن کر فیصلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف دے دیا۔

جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے مقدمہ جیت لیا تو انہوں نے یہ مکان بلا قیمت ہی مسجد کی توسیع کے لئے دے دیا۔

اب دیکھئے مکان حاصل کرنے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد کتنا پاکیزہ تھا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی اس معاملہ میں بہت فراخ دل ثابت ہوئے۔ اس تنازعہ سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مقصد صرف یہ تھا کہ لوگوں کو علم ہو جائے کہ شریعت میں حقوق ملکیت کا اس قدر تحفظ موجود ہے کہ حکومت وقت بھی کسی سے اس کا یہ حق چھین نہیں سکتی۔

تیسری صورت میں یہ ہے کہ حکومت وقت مالک زمین سے اس کی مرضی کے بغیر زمین اس طرح چھین لے کہ اس کی پوری قیمت بھی ادا نہ کرے اور جو کچھ ادا کرے، وہ بھی نقد ادا نہ کرے بلکہ سالہا سال کی اقساط میں اس حقیر رقم کا بھی ستیا ناس کردے۔ یہ صورت ریاستی ظلم کی مثال ہوگی چاہے حاصل کردہ زمین کتنے ہی فلاحی یا نیک مقاصد کے لئے استعمال ہو۔

ملازموں کے حقوق کا تحفظ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جس پایہ کے صحابی تھے وہ سب جانتے ہیں۔ آپ السابقون الاولون میں سے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ سے خصوصی محبت اور پیار تھا۔ آپ انتہا درجے کے قناعت پسند اور زائد از ضرورت مال اپنے پاس رکھنا حرام سمجھتے تھے۔ حضرت معرور بیان کرتے ہیں کہ میں ربذہ میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملا۔ وہ ایک جوڑا پہنے ہوئے تھے اور ان کا غلام بھی ویسا ہی جوڑا پہنے ہوئے تھا۔ میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی، تو انہوں نے جواب دیا کہ "میں نے ایک شخص[1] سے گالی گلوچ کی اور اس کو ماں کی گالی دی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

﴿يَا اَبَاذَرٍّ عَيَّرْتَهُ بِاُمِّهِ اِنَّكَ امْرُءٌ فِيْكَ اَمْرُ الْجَاهِلِيَّةِ﴾ (بخاری)

"اے ابوذر رضی اللہ عنہ! تو نے اسے (حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو) اس کی ماں کی وجہ سے عار دلائی ہے، تو ایسا شخص ہے جس میں ابھی تک جاہلیت کا اثر باقی ہے۔"

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ سے غلاموں کے متعلق وہی کچھ ارشاد فرمایا۔ غور فرمایئے کہ عزت نفس کے حق کی اس قدر پاسداری اور وہ بھی غلاموں اور مزدوروں کے لئے، اسلامی معاشرہ کے علاوہ کسی اور معاشرہ میں مل سکتی ہے۔

---

[1] یہ شخص حضرت بلالؓ تھے اور حضرت ابوذر غفاریؓ نے جو ماں کی گالی دی وہ صرف یہ تھی کہ انہوں نے کہا تھا (اے کالی ماں کے کالے بیٹے) جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرزنش کی تو آپؓ نے حضرت بلالؓ سے معافی مانگی اور اپنا گال زمین پر رکھ کر کہنے لگے کہ اس وقت تک گال نہ اٹھاؤں گا، جب تک بلالؓ اپنے پاؤں سے نہ روندیں۔

کام چوری

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ ؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَقُوْلُ اَدُّوْا الْخِیَاطَ وَالْمِخْیَطَ وَاِیَّاکُمْ وَالْغُلُوْلَ فَاِنَّهٗ عَارٌ عَلٰی اَهْلِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ (نسائی)

''عبادۃ بن صامت ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ''دھاگہ اور سوئی بھی ادا کرو اور خیانت سے بچو، اس لئے کہ یہ خائن کے لئے قیامت کے روز عار اور ندامت کا باعث ہوگی۔''

آج کے دور میں ہر مزدور اپنے اپنے کام کا چور بن چکا ہے۔ اُجرت پوری وصول کرتا ہے، مگر کام نیک نیتی سے نہیں کرتا۔ ٹھیکہ پر کام دیا جائے تو ٹھیک نہیں کرتا، اور اگر کام یومیہ اجرت پر دیا جائے تو کام کم کرتا ہے اسی طرح دفتروں کے اکثر ملازم کام چور ہیں۔ نہ پورا وقت دیتے ہیں نہ کام دیانت داری سے کرتے ہیں۔ پھر اس بددیانتی پر مطمئن اور خوش ہیں کہ دفتر میں بڑا عیش ہے۔ اپنی مرضی سے جتنا چاہا کام کیا۔ کوئی پوچھنے والا نہیں، انہیں کیا معلوم کہ یہ عیش اللہ کے نزدیک کتنا بڑا ظلم ہے۔ جب وہ ایک طے شدہ معاہدہ کے مطابق تنخواہ پوری وصول کرتے ہیں۔ تو پھر یہ انتہا درجہ کی بددیانتی نہیں تو اور کیا ہے!

رہن

لین دین کرتے وقت یا قرض لیتے وقت بعض اوقات کوئی چیز رہن رکھنے کی ضرورت بھی پیش آ جاتی ہے۔ خصوصاً جب لین دین کرنے والوں میں پہلے سے اعتماد قائم نہ ہو۔ ایسی ہی ایک صورت کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔۔

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ۔ (البقرۃ:۲۸۳)

''اور اگر تم سفر میں ہو اور تحریر لکھنے والا نہ مل سکے تو کوئی چیز باقبضہ رہن رکھ کر قرض لے لو''۔

خود رسول اللہ ﷺ نے جب وفات پائی، تو اس وقت آپ ﷺ نے تیس صاع جو کے بدلے اپنی زرہ ایک یہودی ابو شحم کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی اور یہ غلہ آپ ﷺ نے گھریلو اخراجات کے سلسلہ میں لیا ہوا تھا۔

رشوت

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم الرَّاشِیَ وَالْمُرْتَشِیَ (ابوداؤد)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رشوت دینے اور لینے والے پر لعنت کی ہے''

سرکاری ملازمین یا قاضیوں کو ہرگز کوئی ہدیہ یا تحفہ نہ دینا چاہئے۔ نہ ہی انہیں یہ قبول کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ ہدیہ رشوت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص عبداللہ کو زکوٰۃ کا عامل مقرر کیا۔ جب وہ زکوٰۃ کا مال لے کر آیا تو کہنے لگے کہ یہ تو زکوٰۃ کا مال ہے اور یہ چیز ادر یہ چیز لوگوں نے مجھے ہدیہ دی ہے۔ اس بات پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت غصہ آ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا: اگر تو اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھا رہتا تو ہم دیکھتے کہ کون تجھے تحفہ دیتا ہے؟ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو کوئی زکوٰۃ کے مال سے کچھ چرا رکھے وہ قیامت کے دن اسے اپنی گردن پر لادے ہوئے آئے گا۔

اسی طرح جس قاضی یا ثالث کے پاس مقدمہ ہو، اسے کسی فریق سے کوئی ہدیہ یا تحفہ قبول نہیں کرنا چاہئے۔ الا یہ ان کا پہلے سے ہی تحائف کے لین دین کا سلسلہ چلتا ہو۔

رزق میں برکت کا بہترین نسخہ

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چار اشخاص آئے، ہر ایک نے اپنی مشکل بیان کی، ایک نے قحط سالی، دوسرے نے تنگدستی، تیسرے نے اولاد نہ ہونے اور چوتھے نے اپنے باغ کی خشک سالی کی شکایت کی۔ امام صاحبؒ نے چاروں اشخاص کو اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی طلب کرنے کی تلقین کی۔

امام ربیع بن صبیحؒ نے امام صاحبؒ سے پوچھا: ''آپ کے پاس چار اشخاص الگ الگ شکایات لے کر آئے اور آپ نے ان سب کو ایک ہی بات کا حکم دیا کہ ''اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی کا سوال کرو۔''...... امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: میں نے انہیں اپنی طرف سے کوئی بات نہیں بتلائی، میں نے تو انہیں اس بات کا حکم دیا ہے جو رب رحیم و کریم نے سورہ نوح میں بیان فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا﴾

''اپنے رب سے گناہوں کی معافی طلب کرو، بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے، آسمان سے تم پر موسلا دھار مینہ برسائے گا اور تمہارے مالوں اور اولاد میں اضافہ کر دے گا اور تمہارے لئے باغ اور نہریں بنائے گا۔''

رزق میں برکت اور پریشانیوں سے نجات کیلئے کثرت سے استغفار کریں، مسنون دعا:

اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ

رزق میں برکت اور پریشانیوں سے نجات کے لئے دعاؤں اور وظائف کا مستند مجموعہ ''ذکر الٰہی اور مسنون دعائیں''...... قیمت: 35 روپے

[illegible] آخرت کی ہر بھلائی [illegible]

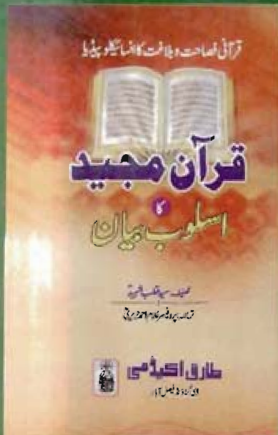
درودِ پاک

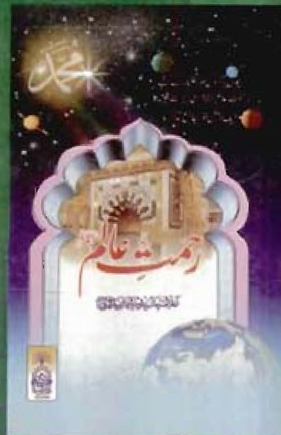
بسم اللہ الرحمن الرحیم

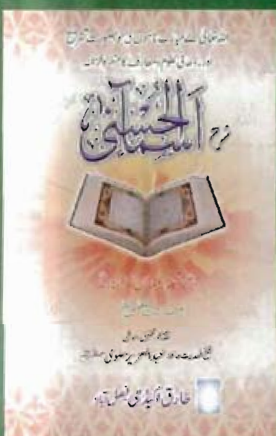
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی
اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی
اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ اس کے دس گناہ معاف اور دس درجے بلند فرمائے گا۔ (سنن نسائی)

ہماری شاہکار کتابیں









Printers & Publishers

TARIQ ACADEMY

D-GROUND, FAISALABAD-PAKISTAN.

Tel: 8546964, 8715768, e-mail: ilmoagahi74@yahoo.com

Website: www.ilmoagahi.com